سیدنا امام احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب و نسبت سے متعلق رسالہ

خلاصۃ الاکسیر فی نسب سیدنا الغوث الرفاعی الکبیر

للشیخ ابوالحسن، علی بن حسن بن احمد، شافعی واسطی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م:۷۳۳ھ)

کا سلیس اردو ترجمہ

نسب نامہ امام رفاعی

مترجم

محمد صادق مصباحی

مدرسہ عربیہ سعید العلوم، یکچھی پور مہراج گنج، یوپی

ناشر: خانقاہ رفاعیہ، بڑودا، گجرات

نام کتاب	:	**خلاصۃ الاکسیر فی نسب سیدنا الامام الغوث الرفاعی الکبیر**
مؤلف	:	**شیخ ابوالحسن علی** واسطی، شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نام کتاب	:	**نسب نامہ امام رفاعی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ترجمہ: خلاصۃ الاکسیر)
مترجم	:	مفتی **محمد صادق** مصباحی سعید العلوم، لکشمی پور، مہراج گنج، یوپی
حسب فرمائش	:	شیخ سید **حسام الدین** رفاعی خانقاہ رفاعیہ، بڑودا، گجرات
تقدیم و نظر ثانی	:	مولانا **غیاث الدین احمد** عارف، مصباحی سعید العلوم، لکشمی پور، مہراج گنج، یوپی
کمپوزنگ	:	نور محمد مصباحی، مولانا توحید احمد ثقافی، سعید العلوم، لکشمی پور
سن اشاعت	:	
صفحات	:	
قیمت	:	
ناشر	:	خانقاہ رفاعیہ، بڑودا، گجرات

ملنے کا پتا :

فہرست مضامین

تقدیم

از: علامہ **غیاث الدین احمد** عارف مصباحی
مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو، لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی)

باسمہ تعالیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ الاعلی، وبعد

سردست کتاب (نسب نامہ امام رفاعی) شیخ ابو الحسن، علی بن حسن بن احمد، شافعی واسطی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م: ۷۳۳ھ) کے عربی رسالہ " خلاصۃ الاکسیر فی نسب سیدنا الغوث الرفاعی الکبیر " کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب، سیدنا امام احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب ونسبت سے متعلق ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کے ذکر جمیل کے ساتھ ساتھ سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نسب میں شامل بزرگوں کی سوانح کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

میری دانست میں اس عربی رسالے کا اب تک اردو زبان میں کوئی ترجمہ دستیاب نہیں تھا، شاید ہندوپاک کے دانشوران سلسلہ نے اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی، جب کہ یہ بھی سلسلہ رفاعیہ کے لیے ایک بڑا اور اہم کام تھا، مگر بھلا ہو خانقاہ رفاعی بڑودہ گجرات کے ایک اہم فرد، پیکر اخلاص، نمونہ صوفیہ حضرت علامہ سید حسام الدین رفاعی دام ظلہ العالی کا، [جنھوں نے سلسلہ رفاعی کی تعلیمات کو ہر گھر تک پہنچانے کا عزم مصمم کر رکھا ہے] نے ہمارے محسن وکرم فرما، گرامی مرتبت حضرت علامہ مفتی محمد صادق مصباحی استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی) کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، پھر میں نے بھی حضرت مفتی صاحب موصوف سے عاجزانہ گزارش کی۔ اللہ کا شکر ہے کہ انھوں نے بلا چوں وچرا اس کارِ مشکل کو انجام دینے کی ہامی بھر لی۔

ترجمہ کا عمل تو تقریباً دو سال قبل ہی مکمل ہو چکا تھا مگر لاک ڈاؤن اور بعض دیگر ناگزیر حالات کے سبب ٹائپنگ اور ترتیب ونظر ثانی کا عمل التوا میں پڑا رہا، اس درمیان

حضرت علامہ حسام الدین رفاعی صاحب قبلہ بار بار خبر گیری اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے جس کے نتیجے میں، عربی زبان سے اردو زبان کی طرف منتقل یہ حسین رسالہ آپ کے مطالعہ کی میز پر ہے۔فللہ الحمد۔

کسی تحریر، تصنیف، یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ''ترجمہ'' کہلاتا ہے۔یعنی ترجمہ نگاری کسی علمی یا ادبی پیکر کو دوسرے پیکر میں ڈھالنے کے عمل کا نام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ نگاری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اردو زبان۔ برصغیر ہندو پاک میں ترجمہ نگاری کی روایت تقریباً پندرہویں صدی کے نصف آخر میں اپنی ابتدائی شکل میں نظر آتی ہے۔اسی لیے یہ مانا جاتا ہے کہ یہی دور، اردو زبان کے آغاز اور ارتقا دونوں لحاظ سے بہت اہم ہے۔

اہل فن جانتے ہیں کہ ترجمہ نگاری دوسرے تخلیقی کاموں سے کہیں زیادہ مشکل اور پے چیدہ کام ہے کیوں کہ کسی عمومی خیال وفکر کو تحریر کا جامہ پہنانے والا شاید اتنی زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرتا، جتنا کہ کسی ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنے والا کرتا ہے۔جیسا کہ ڈاکٹر جمیل جالبی فنِ ترجمہ کے مصائب و مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمے کا کام یقیناً ایک مشکل کام ہے۔اس میں مترجم، مصنف کی شخصیت، فکرو اسلوب سے بندھا ہوتا ہے۔ایک طرف اس زبان کا کلچر، جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے، اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور دوسری طرف اس زبان کا کلچر، جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے، یہ دُوئی خود مترجم کی شخصیت کو توڑ دیتی ہے۔'' (جمیل جالبی،ڈاکٹر،ارسطو سے ایلیٹ تک ،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،طبع ہفتم،۲۰۰۳،ص ۱۳)

ترجمہ نگاری میں بے انتہا دشواریاں اور پریشانیاں در پیش ہوتی ہیں۔ مترجم کو خاردار جھاڑیوں سے اپنا دامن بچا کر منزل مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے۔جملوں کی ساخت،

آہنگ اور اسلوب کی نیت کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے اور اسے بھی مطلوبہ زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ اصل زبانوں کے الفاظ کے جادو کو مطلوبہ زبان کی لفظیات میں جگانا ہوتا ہے جو کہ آسان امر نہیں ہے کیوں کہ زبانوں کی نفسیات، صوتیات، نحوی ترکیب، لغات، لہجے اور محاورے ایک دوسرے سے کافی مختلف ہوتے ہیں اور ان میں ترجمہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ مترجم کو کافی چیلنجز کا سامنا ہوتا ہے اور بیک وقت بہت سارے لوازمات کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پروفیسر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں:

"علمی ادبی اور فنی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا خاصا دشوار کام ہے، یہ کام وہی شخص صحیح طور پر کر سکتا ہے جو متعلقہ علم، صنفِ ادب یا فن کا ماہر ہونے کے علاوہ دونوں زبانوں پر مکمل طور پر قادر ہو۔"

(مسکین علی حجازی، ڈاکٹر، صحافتی زبان، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷، ص ۷۳)۔

دنیا میں بے شمار زبانیں اور بولیاں ہیں, ہر زبان اور بولی میں فکر و احساس کا تخلیقی ادب موجود ہے۔ اس بے بہا خزانے سے لطف اندوز ہونے کے لیے ترجمے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسی لیے ترجمہ نگاری ہر دور کی ایک اہم ضرورت رہی ہے۔ اس سے ہمیں ایک دوسرے کے کلچر, تہذیب اور طرز تحریر سمجھنے اور پرکھنے میں مدد ملتی ہے, ان کے سماجی, معاشرتی اسرار و رموز سے بآسانی واقفیت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

"ترجمہ نگاری ایسا دریچہ ہے جس سے دوسری قوموں کے احوال ہم پر کھلتے ہیں۔"

(رشید امجد، فنِ ترجمہ کے اصولی مباحث، مشمولہ روودادِ سیمینار۔ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص ۴۲)

تقابلی ادبیات کے فرانسیسی نژاد امریکی پروفیسر ایلبرٹ گیرارڈ نے اپنی مایہ ناز تصنیف World Literature کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

" عالمی ادب کے تصور کو ایک ٹھوس حقیقت میں تبدیل کرنے کے لیے ترجمہ

ایک ناگزیر وسیلہ ہے۔"

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ دنیا بھر میں علم و فنون کی منتقلی ہو یا تہذیب و ثقافت ہو، اس کے پھیلاو میں ترجمے کی بہت اہمیت ہے۔ دوسرے کی بات سمجھنے اور اپنی بات سمجھانے کے لیے کسی مشترک زبان کا ہونا ضروری ہے۔اس لیے تراجم کا عمل انسانی تہذیب و تمدن، مزاج اور تاریخ کی دریافت و شناخت کا اہم ذریعہ بن جاتا ہے۔

مجھے کھلم کھلا تسلیم ہے کہ میں انتہائی کم علم اور ناکارہ انسان ہوں مگر یہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ذرہ نوازی ہے کہ انھوں نے اپنی اس کتاب پر نظر ثانی کا حکم فرمایا، سو مجھے ہزار انکار کے باوجود ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور اس طرح مجھے بھی اس سعادت میں شمولیت کا موقع فراہم ہوا۔

نسب نامہ امام رفاعی (اردو ترجمہ) اور "شیخ ابوالحسن، علی بن حسن بن احمد، شافعی واسطی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م:۷۳۳ھ) کے عربی رسالہ "خلاصۃ الاکسیر فی نسب سیدنا الغوث الرفاعی الکبیر" کا بغور مطالعہ کرنے پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ترجمے کا کماحقہ حق ادا کردیا ہے, اور اس فن کی مشکلات و مصائب کی تمام تر خار دار وادیوں کو انتہائی خوش اسلوبی اور دیانت داری کے ساتھ پار کرنے میں سو فیصد کامیاب ہوئے ہیں۔

دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ان کی اس بے لوث خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے اور مزید دینی کام انجام دینے کی توفیق خیر سے نوازے۔

غیاث الدین احمد عارف مصباحی

خادم التدریس: مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو، لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی)

تعارف مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

کتاب " خُلاصَۃُ الاِکسیرفی نسبِ سیّدِنا الغوثِ الرّفاعی الکبیر" کے مؤلف: **امام، علی ابوالحسن واسطی شافعی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

شیخ الاسلام، احمد بن حجر عسقلانی قدس سرہ، اپنی کتاب " الدررُالکامنہ " میں، مؤلف کتاب کے بارے میں، رقم طراز ہیں:

''آپ کا نام علی بن حسن بن احمد، اور کنیت ابوالحسن ہے، مسلکاً شافعی اور وطناً واسطی (عراقی) ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فتنۂ تتار میں، جب چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا، اس وقت آپ شیر خوار تھے۔ شیخ عزالدین فاروثی کی صحبت اختیار کی۔ اور امین الدین بن عساکر سے حدیث سماعت کی اور انہی سے علم قرآن پڑھا، اور فقہ میں بھی درجۂ کمال حاصل کیا۔ صوفی منش، زاہد اور صاحبِ حال وکرامات بزرگ ہیں۔ ۶۰ حج ادا فرمایا، پھر مکہ میں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔''

امام ذہبی کہتے ہیں :

''بڑی شان والے بزرگ تھے، دنیاوی صحبتوں سے جدا، تہجد گزار، تلاوت میں مشغول رہنے والے اور دن روزے میں گزارنے والے تھے۔ ان کا صاحبِ کشف وحال ہونا، متفق علیہ امر ہے۔ البتہ ان کے کچھ محبین، ان کی تعظیم میں غلو کرجاتے ہیں۔ عقیدے میں سلف کے پیرو تھے۔ ۷۳۳ھ میں، احرام کی حالت میں، مقامِ بدر میں وصال ہوا۔''

(رضِی اللہ تعالیٰ عنہ)

مقدمہ اور سببِ تالیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات من الاعمال، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد اشرف المرسلین واکمل اھل الکمال، وعلی آلہ الذین ھم اکرم العناصر والآل، وعلی اصحابِہ المتمسکین بسنتہ فی الاقوال والافعال.

امابعد!

اِن بابرکت صحیفوں کا جامع، بارگاہ خداوندی کا محتاج، ابو الحسن علی بن حسن واسطی، شافعی، رفاعی عفی اللہ عنہ، عرض گزار ہے کہ:

میں نے اس کتاب کا نام "خلاصۃ الاکسیر فی نسبِ سیدنا الغوث الرفاعی الکبیر" رکھا۔ جس میں اس نسبِ پاک کی اصل اور اس کی عظیم المرتبت شاخوں کے ذکر پر اکتفا کیا، اور جملہ آل فاطمہ کے طویل وعمیق تذکرے سے صرف نظر کیا؛ اس لیے کہ آل فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب شریف کو، بہت سے اعیانِ امت نے مستقلاً ذکر کیا ہے۔

اس کتابِ مستطاب کی تالیف کا اصل مقصد، سیدنا احمد محی الدین، ابوالعباس بن ابوالحسن علی شہاب الدین، بن یحییٰ ابی احمد حسینی، معروف بہ "رفاعی، بطائحی، واسطی، عبیدی" رضی اللہ عنہ کے نسبِ مبارک کی خدمت بجالانا ہے۔

ہمارے شیخ، اپنے زمانے کی بابرکت شخصیت، اپنی جدہ مکرمہ سیدہ بتول زہرا کی آنکھوں کے قرار ہیں، اور ایسی باہمت اور بلندرتبہ ذات ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے، چھوٹوں کو بڑا کرنے پر قادر، اور بے حیثیت خاک کو اکسیر بنانے والے ہیں۔ اور ایسے

شرف وکمال والے ہیں، جن کی مدح سرائی کا حق ادا کرنے سے، مداح بھی قاصر ہیں۔ وہ ایسی عزت و شرف کے مالک ہیں، کہ مجمعِ عام میں، اللہ کے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ انور کو بوسہ دے کر، درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے، اور ان کے آبا واجداد سے راضی ہو، اور ان سب سے ہمیں نفع پہنچائے۔

اب میں اصل مقصد کا آغاز کرتا ہوں، اور فروع کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں، یہاں تک کہ حضرت ممدوح موصوف کا ذکر آجائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی مدد سے، اس میں اپنے (مؤلف) زمانے تک کے، آپ کے مقدس خانوادے کا بطورِ اختصار تذکرہ ہوگا، جس میں معروف شخصیات کا ذکر شامل ہوگا۔

اے اللہ ! جس کی ذات، ہر پریشان حال کی جائے پناہ، اور جس کے لطف وکرم کا ہر شخص امیدوار ہے، ہمارے کام میں آسانی پیدا فرما، اور اس پاک خاندان کی برکت سے ہمارے سینے کھول دے، اور ان کے ساتھ، ان کے جدِّ اکرم، اور تمام مخلوقات کے آقا کے جھنڈے تلے، ہمارا حشر فرما۔ اے مولیٰ! جس طرح تو نے ابتداءً، مدد فرما کر احسان کیا، اسی طرح انتہاءً حُسنِ اختتام کی توفیق عطا کر کے احسان فرما۔ آمین۔

[۱] سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس ظاہری حسب ونسب کی گردن کا ہار، اور پاکیزہ نسب کا دُرِّ یتیم، ان کے صادق وامین جدِّ کریم، سیدنا ومولانا ونبینا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ جو تمام مخلوق میں سب سے کامل، سارے جہاں میں سب سے مکرم اور رسولوں کے سردار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

ولادت باسعادت: نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش، بروز

دوشنبہ، ۱۲ ربیع الاول شریف، عام الفیل کے سال ہوئی۔ ولادت کا واقعہ، اصحاب فیل کے مکہ آنے کے ۲ ماہ، ۶ دن بعد پیش آیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ اور سرگیں آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوئے۔

ولادت سے قبل ہی والد گرامی حضرت عبداللہ کا وصال ہو چکا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک، ۲ سال، ۴ ماہ کی ہوئی، تو حضرت عبداللہ کا وصال ہو گیا۔ اور جب عمر شریف ۶ سال کی ہوئی تو والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ کا بھی وصال ہو گیا۔ اور جب آپ کی عمر مبارک ۸ سال ہوئی تو آپ کے دادا، شیخ حرم حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جملہ بنی آدم بلکہ تمام عالَمِ جن کی جانب بھی مبعوث ہوئے، اس وقت عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔ اعلان نبوت کے بعد ۱۳ سال اور چند ایام تک مکہ معظمہ میں جلوہ فرما رہے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اور صحیح قول کے مطابق، یہاں ۱۰ سال تک قیام رہا۔ ۱۲ ربیع الاول، بروز دوشنبہ، چاشت کے وقت مدینہ شریف میں داخل ہوئے تھے، اور ۱۲ ربیع النور شریف ۱۱ھ، بروز دوشنبہ، چاشت کے وقت ہی مدینہ شریف میں وصال پُر ملال ہوا۔ جس مقدس گھر (حجرہ عائشہ) میں انتقال فرمایا، وہیں دفن کیے گئے۔ علیہ افضل الصلاۃ واتم السلام۔

فضائل و کمالات: آپ کے فضائل و مناقب، معجزات، احوال و آثار اور اسرار و عادات کے ذکر سے قلم قاصر ہے، اور عقل حیرت زدہ ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ اللہ رب العزت نے مختلف انبیاے کرام و رسلانِ عظام کے اندر پائے جانے والے، جملہ فضائل و کمالات، حسن و جمال، صدقِ مقال، عمدہ احوال، ہیبت و جلال، کشادگی عقل و فہم،

اخلاقِ فاضلہ، بزرگی و برتری، لطافتِ طبع، عمدہ سیرت، عدل، احسان، حیا، ایمان، سیادت، غلبہ اور حجت وبرہان کو آپ کی مقدس ذات میں جمع فرما دیا تھا۔ آپ کی ذات بابرکات، نوعِ انسانی کے لیے باعثِ شرف، اور عالَم روحانی کی تخلیق کا سبب ہے۔ آپ، نبیوں کی برکت، اہلِ خرد کے آقا و پیشوا، رسولوں میں سب سے باعظمت، سب سے سیدھی راہ والے، مخلوق میں سب سے اول اور نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ صلی الله عليه وعلى آله وصحبه الطاهرين المرضيين. آمين.

ما ذا يقول الواصفون بشانه او يشرح المتفنن المقدام
من بعدِ ما القران اعظم امره واجاد وصف خصاله العلام

[ترجمہ] اوصاف بیان کرنے والے، آپ کی عظمت شان کیا بیان کریں؟ یا کوئی ماہر فن کار کیا وضاحت پیش کرے؟

جب کہ خود قرآن کریم نے آپ کی شان کو باعظمت کہا، اور علّام الغیوب جلّ جلالہ نے آپ کے اوصافِ جمیلہ کو بہتر ڈھنگ سے بیان فرما دیا۔

سلسلۂ نسب: محمد - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم - بن عبد اللہ، بن عبد المطلب، بن ہاشم، بن عبد مناف، بن قُصَی، بن کلاب الحکیم، بن مرہ، بن کعب، بن لُوَی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مُضَر، بن نزار، بن معد، بن عدنان یعربي، ابراہیمی۔

جدّ الانبیا سیدنا ابراہیم علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کی بقیہ آل میں آپ کا خانوادہ، سب سے زیادہ مجد و شرف کا حامل ہے۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب: آپ کی والدہ مکرمہ کا نسب نامہ یوں ہے: حضرت آمنہ، بنت وہب، بن عبد مناف، بن زہرہ، بن کلاب، بن مرہ... (بقیہ آبا

واجداد کا تذکرہ، اوپر نسبِ پدری میں گزر چکا)

اولادِ اطہار: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک اولاد میں درج ذیل ۳ صاحب زادے اور ۴ صاحب زادیاں ہیں:

[۱] حضرت طیب (انھی کو طاہر بھی کہتے ہیں) [۲] حضرت زینب [۳] حضرت قاسم [۴] حضرت عبداللہ [۵] حضرت ام کلثوم [۶] حضرت فاطمہ زہرا بتول [۷] حضرت ابراہیم۔ (یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں)

حضرت ابراہیم کے سوا بقیہ اولاد امجاد، سیدہ خدیجہ کے مبارک بطن سے ہیں۔۔ رضوان اللہ وسلامہ علیهم اجمعین۔

[۲] سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سید احمد کبیر کا سلسلۂ نسب، رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک، سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ صحیح قول کے مطابق: بعثت نبوی سے ۵ سال قبل، مکہ معظمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۶ ذوالحجہ ۱ھ میں، آپ کو، اپنے چچا زاد بھائی، مولائے کائنات، امیر المؤمنین، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کے عقد میں دے دیا۔ آپ کے بطنِ اطہر سے، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زینب، اور حضرت ام کلثوم کا تولد ہوا۔ امام حسن اور امام حسین کی اولاد امجاد کو ہی فاطمی (آل فاطمہ/سید) کہا جاتا ہے۔

فضائل وکمالات: سیدہ کے مناقب بے شمار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میری روح ہے، جو میرے پہلو کے درمیان ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: فاطمہ، میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اسے

ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔

آقا علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: میری بیٹی کا نام، فاطمہ اس لیے رکھا گیا، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو جہنم سے آزاد فرما دیا ہے۔

وصال: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے، ٦ ماہ بعد آپ کی وفات ہوئی۔ حضور، رازدارانہ طور پر آپ سے پہلے ہی فرما چکے تھے کہ: میرے اہل بیت میں سے، سب سے پہلے، فاطمہ ہی مجھ سے ملیں گی۔ جس سے آپ کو بہت خوشی حاصل ہوئی تھی۔ سلام اللہ علیھا وعلی ابیھا الکریم۔

[۳] سیدنا علی مرتضیٰ رضِی اللہ تعالیٰ عنہ

مولائے کائنات، علی مرتضی، بن ابو طالب، بن عبد المطلب، حضرت امام حسین کے والد گرامی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب، حضرت عبد المطلب پر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ چوتھے خلیفۂ راشد، شیر خدا، بے پناہ شہرتوں کے حامل، شمشیر برہنہ، اور تقویٰ وطہارت میں درجۂ امامت پر فائز ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بحکم خدا، اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔

اللہ کے رسول فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم !جس نے شرف وکرامت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا اور صفت رسالت کے ساتھ خاص کیا، اللہ تعالیٰ نے جب علی کا نکاح، فاطمہ کے ساتھ کرنا چاہا، توجبرائیل، میکائیل، اور اسرافیل کے ساتھ، ملائکہ مقربین کو حکم دیا کہ عرش الٰہی کے ارد گرد حاضر ہوں۔ جنت کو آراستہ کیے جانے اور حوروں کو زیب وزینت کا حکم دیا، حوروں کو رقص کا حکم ہوا تو انھوں نے رقص کیا، پرندوں کو نغمہ سنجی کا حکم

ہوا، توانھوں نے نغمہ سنجی کی۔ پھر درخت طوبیٰ کو حکم ہوا کہ یاقوت، زبرجد اور سفید موتیوں کے ساتھ تر موتی، ان پر نچھاور کرے۔

جب سیدہ زہرا، مولی علی کے حبالۂ عقد میں آئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ جب تک میں دونوں کے پاس نہ آجاؤں، علی، فاطمہ سے قریب نہ ہوں۔ پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے، ایک برتن میں پانی منگوایا، اس پر بسم اللہ شریف اور اللہ نے جو چاہا، پڑھا، پھر اپنا تر ہاتھ، علی کے سینے اور چہرے پر پھیرا، پھر سیدہ کو طلب کیا، وہ حیا کی چادر میں لپٹی ہوئیں، سامنے آکر کھڑی ہوگئیں، آپ نے بقیہ پانی ان کے اوپر چھڑک دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ: حضور نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی مولیٰ علی کے اوپر ڈال دیا۔ پھر یہ دعا کی:

اللهم بارك فيهما، وبارك لهما في نسلهما.

(اے مولیٰ! ان دونوں میں اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما)

پھر کچھ پانی سیدہ فاطمہ کے سر پر چھڑک دیا اور فرمایا:

اے اللہ، فاطمہ اور اس کی ذریت [اولاد] کو، شیطان مردود سے، تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی، حضور کی بارگاہ میں حاضر تھے، حضور نے فرمایا: اے ابوالحسن، بشارت ہو۔ زمین پر میرے نکاح کرنے سے پہلے ہی، اللہ تعالی نے تمھارا نکاح آسمان پر کردیا تھا۔

ولادت : امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی پیدائش، مکہ شریف میں ۱۳ رجب، عام الفیل کے ۳۰ ویں برس، بروز جمعہ مبارکہ بیت الحرام میں ہوئی۔ بقول بعض:

آپ سے پہلے یا آپ کے بعد خانہ کعبہ میں کسی اور کی پیدائش نہیں ہوئی۔

آپ پہلے ہاشمی ہیں، جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی ہیں۔ آپ کی والدہ مکرمہ، حضرت فاطمہ بنتِ اسد، بن ہاشم، بن عبد مناف ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے مثل تھیں، ایمان کی دولت اور ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ خود حضور علیہ السلام نے ان کی نیک خصلتوں کی تعریف فرمائی، اور جب ان کا وصال ہوا تو اپنا خاص پیراہن مبارک ان کے کفن کے لیے عطا کیا؛ تاکہ زمین کے کیڑے مکوڑے ان سے دور رہیں، اور دفن سے پہلے، خود ان کی قبر شریف میں لیٹ گئے، تاکہ وہ قبر کے جھٹکے سے محفوظ رہیں۔

سبحان اللہ!

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (مترجم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ، اللہ عز وجل پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک جانے لگے اس وقت آپ ہی کو اپنا وزیر بنایا، فرمایا:

انت منی بمنزلة هارون من موسى، الا أنه لا نبی بعدی.

(علی ! تمھارا معاملہ میرے ساتھ ایسا ہی ہے، جیسے حضرت ہارون کا، حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔)

اللہ کے رسول نے آپ کی وزارت کو قرآن کی شہادت کے ساتھ خاص فرمایا، جیسا کہ قرآن میں، موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں، ان کا یہ قول موجود ہے :

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ (طٰہٰ: ۲۹، ۳۰، ۳۱)

خلافت نبوی سے سرفراز کیے جانے کے بعد، مذکورہ آیت کریمہ کے راز کے مطابق، اپنا حق حاصل کرنے کے لیے، آپ سخت تر آزمائشوں اور مشکلات سے دوچار ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضور نبی کریم علیہ السلام نبوت کے ابتدائی ۱۳ سال تک، کھلم کھلا احکامِ نبوت، نافذ کرنے سے باز رہے، کہ اس وقت کفار سے جہاد کی قدرت نہ تھی، اور نہ ہی اہل ایمان کی جانب سے دفاع کی کوئی راہ تھی، اسی طرح امیر المؤمنین علی، دین سے نکل جانے والے خوارج اور سرکش، عہد شکن باغیوں کے ذریعے آزمائے گئے۔ اور مدینہ منورہ سے عراق کی جانب ہجرت پر مجبور ہوئے۔

وصال پر ملال : آپ نے، ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ، شبِ جمعہ کو، ابن ملجم لعنہ اللہ کی تلوار کی ضرب سے، جامِ شہادت نوش کیا۔

فضائل و مناقب: امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، خصالِ حمیدہ کے مالک اور بلند وبالا کردار کے حامل تھے۔ آپ کے مناقبِ سعیدہ اور بیش بہا کارنامے، شمار سے باہر ہیں۔

آپ کے فضائل میں کسی شاعر کے قصیدے کے یہ اشعار مجھے بہت پسند آئے:

كم كربة عن رسول الله فرجها	بسيفه و عتاق الخيل تطّرد
بخيبر و حنين حين فر بها	شُوس الكُماة ولم يُوفوا بما وعدوا
ويوم بدر وفرسان الهياج على	الرمضاء صرعى ونارالحرب تتّقد
وحين بات مبيت المصطفى وذوو	الاضغان من حوله فى الدار ما رقدوا
حتى اذا ما بدا للفجر غُرّته	جدّوا لقتلِ رسول الله واجتهدوا
فحين قام اليهم سيفُ نقمته	ظلت فرائصهم للرعب ترتعدُ
اخو النبى و واقيه و ناصره	غداة يشتبك الميّاد و الزرد
فمن يعادوه فى يوم المعاد شقوا	ومن يوالوه فى الدارين قد سعدوا

(ت)   [۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پہ آنے والے، بہت سے غموں کو آپ نے اپنی تلوار سے دور کر دیا، جب کہ اصیل اور عمدہ نسل کے تیز رفتار گھوڑے پیچھے رہ گئے۔

[۲] اور خیبر و حنین میں، جب کہ بڑے بڑے سورما، راہِ فرار اختیار کرتے نظر آئے اور اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔

[۳] خاص طور پر، بدر کے دن جب کہ جری اور جوش میں بھرے ہوئے گھڑ سوار، گرم زمین پر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے اور جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی۔

[۴] اور اس وقت، جب آپ نے حضور کے کاشانۂ اقدس میں آپ کے بستر پر رات گزاری اور غیض و غضب میں بھرے ہوئے کفار گھر کے ارد گرد جاگتے رہے۔

[۵] یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی اور ان کفار نے (اپنے گمان میں) اللہ کے رسول کو شہید کرنے کی پوری کوشش کر ڈالی۔

[۶] جب شیرِ خدا کی انتقامی تلوار ان کی جانب بڑھی، تو مارے خوف کے ان کے شانے کے گوشت پھڑکنے لگے۔

[۷] آپ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی، محافظ اور مددگار رہے، جس دن نیزے آپس میں ٹکرا رہے تھے۔

[۸] آپ کی ذات سے عداوت رکھنے والے، بروزِ قیامت نامراد ہوں گے اور آپ سے محبت رکھنے والے دونوں جہاں میں سعادت مند ہوں گے۔

مولی علی کی شان میں، ایک دوسرے شاعر نے یوں خراج عقیدت پیش کی ہے:

زوی عن الدنیا وعن متاعها   جنابه و اهمل استمتاعه
مدت الیه کفَّها فکفَّها   و ناولته باعها ؛ فباعها

(ت)   آپ کی ذات دنیا، اس کے اسباب، اور اس سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانے سے بے نیاز ہے۔

دنیا نے آپ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اور اس کی فراخ دستی نے، لبھانا چاہا تو آپ نے اسے پیچ دیا۔ (یعنی اس میں ملوث نہ ہوئے۔)

آپ کی فضیلت میں، مسند امام احمد کی یہ روایت کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے علی! اس ذات کی قسم، جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ، تمھارے بارے میں وہی کہنے لگیں گے جو نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا تھا، تو آج میں ایک ایسی بات کہتا کہ اس کے بعد مسلمانوں کی جس کسی جماعت کے پاس سے تمھارا گذر ہوتا، وہ بطور تبرک تمھارے قدموں کے نیچے کی خاک لے لیتے۔

ابو نعیم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا:

خوش آمدید، اے مؤمنین کے سردار، اور متقیوں کے امام۔

اولاد اطہار: سیدہ فاطمہ کے بعد، آپ نے متعدّد عورتوں سے نکاح فرمایا، جن سے بہت سی اولاد پیدا ہوئیں۔ آپ کی اولادِ ذکور واناث کی تعداد ۲۸ ہے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

[۱] حسن، [۲] حسین، [۳] محسن (ان کا بچپن میں ہی وصال ہوگیا) [۴] زینب کبریٰ، [۵] زینب صغریٰ، (ان کی کنیت ام کلثوم ہے) یہ پانچوں، سیدہ فاطمہ کے بطنِ اطہر سے ہیں۔

[۶] ابو القاسم محمد، (ان کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس، حنفیہ ہیں) [۷] عمر، [۸] رقیہ، (دونوں جڑواں پیدا ہوئے، والدہ کا نام بنت ربیعہ ہے) [۹] عباس، [۱۰] جعفر،

[۱۱] عبداللہ، (تینوں حضرات، امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے، ان کی والدہ ام بنین، بنت حرام، بن خالد ہیں۔

[۱۲] ابو بکر محمد الاصغر، [۱۳] عبد اللہ، (دونوں کربلا میں شہید ہوئے، والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ ہے) [۱۴] یحییٰ، (یہ اسما بنت عمیس خشعمیہ کے بطن سے ہیں۔) [۱۵] ام الحسن، [۱۶] رملہ۔ (ان کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہیں۔) [۱۷] نفیسہ، [۱۸] زینب صغریٰ، [۱۹] ام ہانی، [۲۰] ام الکرام، [۲۱] ام جعفر جمانہ، [۲۲] امامہ، [۲۳] ام سلمہ، [۲۴] میمونہ، [۲۵] خدیجہ، [۲۶] فاطمہ۔ ان سب کی ماؤں کے نام دست یاب نہ ہوسکے۔ (مؤلف نے بقیہ ۲ کا ذکر نہ کیا۔ مصباحی)

[۴] حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ رفاعی قدس سرہ کے سلسلۂ نسب کی، ایک اہم کڑی سیدنا امام حسین بن مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات اقدس ہے۔

ولادت: علمائے نسب کے مطابق ۴ ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ۶۱ھ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ امام حسن کی ولادت اور امام حسین کے حمل کی درمیانی مدت ۵۰ دن ہے۔ ایک دوسرے قول کے مطابق: دونوں میں ایک طُہر کا فاصلہ ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب کی زوجہ حضرت ام الفضل نے آپ کو دودھ پلایا، حضرت قثم بن عباس آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔

آپ کی ظاہری زندگی ۵۶ برس ۵ ماہ ہے۔ اپنے نانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ سیدہ فاطمہ زہرا کی صحبت میں ۶ سال، والد گرامی حضرت علی کے ساتھ ۳۰ برس، اور اپنے برادر اکبر امام حسن کی صحبت میں ۱۰ سال رہے۔ مدتِ امامت، ۱۰ سال چند ماہ ہے، اور

اسی درمیان حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت کا بقیہ زمانہ ہے۔

امام رفاعی قدس سرہ کا نسب شریف، سیدہ فاطمہ تک، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ امام حسین، جو برکت والے امام، شہداے اسلام کی آنکھوں کے تارے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوش بو ہیں۔ آپ نجیب الطرفین، شریف النسب، عمدہ حسب والے، دونوں جہاں کے آقا کے نواسے، اسد اللہ کے شیر، اپنے جد امجد اور اللہ کے حبیب کے محبوب ہیں۔ آپ ایسی جاں کاہ مصیبت اور آزمائش پر صبر و شکیبائی اختیار کرنے والے ہیں، جس پر آسمان کے فرشتے رو پڑے، اور جس سے امام الانبیا بھی غمگین ہو گئے۔ جس مصیبت کے سبب، اولیا کے قلوب مضطرب ہو گئے۔ وہ روے زمین کے ایسے چاند ہیں، جسے دشتِ کربلا میں گہن لگ گیا۔ اور اللہ کے ایسے ولی ہیں جن کی، صبر و قرب سے مدد کی گئی۔ یعنی امیر المؤمنین، ابو عبد اللہ، امام حسین بن امام علی، عليه وعلى جده وعلى ابويه السلام الى يوم القيامة.

شہادت: یزید بن معاویہ کی بادشاہت کے آغاز میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت امیر معاویہ نے امام حسن کے بعد، امام حسین کو خلیفہ نہ بنا کر اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینا چاہی۔ امام حسین، عبد الرحمن بن ابی بکر، عبد اللہ بن عمر، اور عبد اللہ بن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا، اسی درمیان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور اہلِ شام کی مدد سے، یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو پیغام بھیجا کہ تمام اہل مدینہ سے یزید کی عمومی بیعت لی جائے۔ اور امام حسین، عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر سے خصوصی بیعت لی جائے۔ عبد الرحمن بن ابو بکر کا اس وقت تک وصال ہو چکا تھا۔ امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر نے بیعت سے انکار کر دیا اور مدینہ سے مکہ کا رخ کیا۔ جب کوفہ والوں کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے امام حسین سے خط و کتابت شروع کر دی، اور آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن

عقیل کو کوفہ روانہ کیا، ان کے ہاتھ پر ۱۸ ہزار کوفیوں نے بیعت کی، انھوں نے تمام احوال آپ کو لکھ بھیجا، جس کے سبب آپ عراق کی جانب روانہ ہوئے اور ۱۰ محرم بروز سنیچر عاشورا کے دن ظلماً شہید کر دیے گئے۔

ایک روایت کے مطابق: دوشنبہ کے دن، زوال کے وقت، ۶۱ھ میں، کربلا میں شہید ہوئے۔ عمرو بن سعد، جو والی عراق عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے امیرِ لشکر تھا، اس نے آپ کو شہید کیا۔[ابن زیاد، یزید کی جانب سے عراق کا گورنر تھا۔] چوں کہ بات یہ تھی کہ امام، یا تو یزید کی بیعت کر لیں، یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، امام نے بیعت سے، سرے سے انکار کر دیا۔

امام حسین کے تمام ساتھیوں کی تعداد ۷۲ تھی، ان میں سے کچھ بنی عبد المطلب سے تھے اور کچھ دیگر قبائل سے۔ ۳۲ گھڑ سوار تھے اور ۴۰ پا پیادہ۔ سب کے سب شہید کر دیے گئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم.

کہا گیا ہے کہ آپ کے اہل خاندان سے شہید ہونے والوں کی تعداد ۱۸ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے: [۱] عباس، [۲] عبد اللہ، [۳] جعفر، [۴] عثمان، [۵] ابو بکر اور [۶] عبد اللہ، حضرت عقیل بن ابی طالب کی اولاد سے: [۷] عبد اللہ، [۸] جعفر، [۹] عقیل، [۱۰] عبد الرحمن، [۱۱] محمد بن سعید بن عقیل بن ابو طالب، اور عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد سے: [۱۲] عون، اور [۱۳] محمد۔ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے: [۱۴] قاسم بن حسن، اور امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے: [۱۵] علی الاکبر، [۱۶] علی الاصغر اور [۱۷] عبد اللہ شہید ہوئے۔

[مصنف نے آگے چل کر علی الاصغر کا تفصیلی ذکر کیا، مگر علی الاکبر کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ اور حیرت اس پر ہے کہ یہاں علی الاصغر کو شہدا کی فہرست میں شمار کیا، اور پھر آگے چل کر امام زین العابدین کو ہی علی الاصغر قرار دیا۔ تحقیق یہ ہے کہ امام زین العابدین علی الاوسط ہیں۔ صادق مصباحی]

بنی ہاشم کے یہ ۱۸ لوگ آپ کے ساتھ شہید ہوئے، مشہد میں امام کے پاؤں کی

جانب سب مدفون ہیں۔ ایک بڑا گڑھا کھود کر، سب کو اسی میں ڈال کر مٹی برابر کر دی گئی تھی۔ البتہ عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو فرات کے کنارے، آپ کی شہادت کی جگہ دفن کیا گیا، ان کی قبر، ظاہر اور زیارت گاہِ عام وخاص ہے۔ البتہ ان کے دیگر برادران، اہل خانہ اور جن شہدا کا نام گزرا، ان کی قبروں کے نشانات تک محفوظ نہیں۔ زائرین، امام حسین کی قبر انور کے پاس سے، ان کی زیارت کرتے ہیں اور سلام پیش کرنے کے لیے پائتانے کی زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ انہی شہدا میں علی بن حسین بھی شامل ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ: امام حسین کے دیگر اصحاب جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے، وہ بھی وہیں آس پاس ہی مدفون ہیں، مگر ان کی قبروں کے نشانات، اور ان کی تفصیلات کا پتا نہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

اولاد امجاد: امام حسین کی کل ٦، اولاد ہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

[١] علی الاکبر۔ ان کی والدہ شہر بانو بنت یزدگرد، بن شہریار ہیں۔ [٢] علی الاصغر۔ والدہ کا نام: لیلی بنت مرہ، بن عروہ، بن مسعود ثقفیہ ہے۔ یہ اپنے والد کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ [٣] جعفر۔ ان کی والدہ قضاعیہ ہیں، والد کی حیات میں ہی وصال کر گئے، ان کی کوئی اولاد نہیں۔ [٤] عبد اللہ۔ یہ کم سنی میں اپنے والد کے ساتھ اس حال میں شہید ہوئے، کہ اپنے والد کی گود میں تھے کہ ایک تیر آ لگا۔ [٥] سُکَینہ. ان کی والدہ: رباب بنت امرؤ القیس بن عدی ہیں، اور عبد اللہ کی والدہ بھی یہی ہیں۔ [٦] فاطمہ۔ یہ ام اسحٰق بنت طلحہ، بن عبید اللہ کے بطن سے ہیں۔ ایدنا اللہ ببرکتھم.

[٥] امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[مصنف نے آپ کا نام علی الاصغر درج کیا ہے، مگر اکثر سیرت نگار آپ کو علی الاوسط مانتے ہیں۔ مصباحی]

شیخ احمد کبیر کے سلسلۂ نسب میں ایک اہم شخصیت حضرت علی اوسط بن حسین بن علی کی ہے۔آپ کی کنیت ابو محمد ، زین العابدین اور لقب سجاد ہے۔ ۳۳ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۸محرم ۹۵ھ بروز شنبہ مدینہ مکرمہ میں وفات پائی۔ قبر انور بقیع الغرقد میں ہے۔آپ کی والدہ شہربانو(شاہروبان بھی کہاجاتا ہے) بنت یزدگرد بن شہریار ہیں۔

ابو عثمان جاحظ نے فضائل بنی ہاشم میں ایک رسالہ تصنیف کیا،اس میں ان کا بیان ہے کہ:

علی بن حسین رضِی اللہ تعالیٰ عنہما کا حال یہ ہے کہ میں نے آپ کے بارے میں خارجی کوشیعی کی طرح،شیعی کو معتزلی کے مانند، معتزلی کوکیانی اور عوام کو خواص کی طرح پایا۔ (یعنی سب کے نزدیک آپ کی شخصیت مسلم ہے) میں نے کسی کوان کی فضیلت و تقدم میں شک کرنے والانہیں پایا۔

اولاد اطہار: آپ کی درج ذیل ۱۵،اولاد ہیں:

[۱] ابو جعفر محمد الباقر۔ یہ فاطمہ بنت حسن، بن علی، بن ابی طالب کے بطن سے ہیں۔[۲] ابوالحسین زید شہید۔[۳] عمرالاشرف۔[۴] عبداللہ۔[۵]حسن۔[۶]حسین۔[۷]حسین الاصغر۔[۸] سلیمان ۔[۹] عبدالرحمن ۔[۱۰] علی الاصغر(یہ آپ کی تمام اولاد میں سب سے کم سن تھے)[۱۱] خدیجہ۔[۱۲] محمد الاصغر۔[۱۳] فاطمہ۔[۱۴]عُلیہ۔[۱۵]اُم کلثوم۔ یہ تمام، مختلف امہات اولاد کے بطن سے ہیں۔

آپ کی مبارک نسل مندرجہ ذیل ۶، حضرات سے جاری ہوئی:

[۱] محمد الباقر،[۲]عبداللہ الباہر،[۳] زیدالشہید،[۴] عمرالاشرف،[۵]حسین الاصغر،[۶]علی الاصغر، رضی اللہ تعالیٰ عنھم.

[۶] امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مطلوبہ نسب کے ستونوں کی ایک اہم کڑی، امام محمد الباقر کی ذاتِ گرامی ہے۔

علمی مقام: علما فرماتے ہیں کہ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم المرتبت، معروف شخصیت کا نام ہے۔ علمِ دین، احادیث و سنت کا علم اور علم باللہ کا جس قدر ظہور آپ کی ذات سے ہوا، اُتنا آپ کے معاصرین میں سے کسی سے نہ ہوا۔ علماے دین، ائمۂ تابعین اور فقہاے مسلمین نے آپ سے روایت کی۔

مالک جہنی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

اذا طلب الناس علم القرآ نِ كانت قريش عليه عيالا
وان قيل اين ابن بنت النبى نلت بذاك فروطا طوالا
نجوم تهلل للمدلجين جبال تورث علما جبالا

[۱] جب لوگوں کو علمِ قرآن کی طلب ہو، تو قریش اس پر ذمہ دار ہیں۔

[۲] اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی کے نواسے کہاں ہیں، تو اس بارے میں انھیں بہت جلد سبقت کرنے والا پاؤ گے۔

[۳] وہ ایسے روشن ستارے ہیں جو رات کے مسافروں کے لیے روشنی کا کام دیتے ہیں۔ وہ ایسے سردار ہیں جو لوگوں کو عظیم الشان علم کا وارث بناتے ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت یکم رجب، ۵۷ھ، بروز منگل (ایک قول کے مطابق: جمعہ) مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور وہیں ماہِ ذوالحجہ ۱۱۴ھ میں وصال ہوا۔ اپنے والد امام زین العابدین اور چچا امام حسن کے پہلو میں بقیع الغرقد میں مدفون ہوئے۔

مناقب: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: اللہ

کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! امید ہے کہ تم اس وقت تک باحیات رہو گے جب حسین کی نسل میں، میرے ایک فرزند سے تمھاری ملاقات ہوگی، جس کا نام " محمد " ہو گا۔ وہ علم دین کو اچھی طرح واضح کرے گا۔ جب اس سے تمھاری ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

حضرت عطا کہتے ہیں: میں نے علما کو کسی کے سامنے اتنا جھکا ہوا نہیں دیکھا، جتنا کہ وہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے تھے۔ میں نے حکم بن عُیینہ کو ان کی تمام تر جلالتِ شان کے باوجود، امام باقر کے سامنے ایسے دیکھا، جیسے استاذ کے سامنے کوئی شاگرد۔

محمد بن منکدر کہتے ہیں: میں امام زین العابدین کی طرح کسی کو نہیں پاتا تھا، کہ جن کے فضل وکمال، اور علم وحکمت کی کثرت کے سبب، مخلوق ان پر جھکی رہتی ہو، یہاں تک کہ میں نے ان کے بیٹے محمد کو دیکھ کر انھیں نصیحت کرنا چاہا، تو خود انھوں نے مجھے ہی نصیحت فرمائی۔ ان کے اصحاب نے عرض کی کہ امام نے کس چیز کی نصیحت کی؟ وہ بولے کہ سخت گرمی میں مَیں مدینہ کی ایک جانب نکلا، وہاں محمد بن علی سے ملاقات ہوئی، بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے، اپنے دو خادموں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے دل میں سوچا کہ یہ قریشی شیخ ہیں جو دنیا کی طلب میں، اس گرم موسم میں، اس حال میں موجود ہیں۔ میں حاضر ہو کر انھیں ضرور نصیحت کروں گا، چناں چہ ان سے قریب ہوا، سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا: اے فرزند رسول! آپ ایک قریشی شیخ ہو کر اس موسم میں اس حال میں ہیں؟ وہ بھی طلبِ دنیا کے لیے؟ اگر اسی حال میں آپ کی وفات ہو جائے تو؟ آپ نے دونوں خادموں کو الگ کیا اور فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس وقت، اس حال میں میری موت ہو جائے، تو میری موت اللہ کی اطاعت کی حالت میں ہوگی کہ، جس کے ذریعہ میں خود

کولوگوں سے روک رہا ہوں۔ اور مجھے موت کا خوف اس وقت ہوتا جب میں اللہ کی نافرمانی میں ہوتا۔ میں نے عرض کی: اے فرزندِ رسول! اللہ تعالیٰ آپ پر کرم فرمائے کہ آپ کی بدولت اس نے ہماری رہ نمائی فرمائی۔ میں نے تو آپ کو نصیحت کا ارادہ کیا تھا مگر آپ نے خود مجھے نصیحت فرمائی۔

آپ کے عمدہ اور زریں اقوال سے یہ ہے کہ:

علم کو حلم و بردباری سے ملانے سے بہتر کوئی ملاوٹ نہیں۔

آپ کے فضائل و کمالات اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

اولاد: آپ کی اولادِ اطہار کی تعداد (۷) ہے۔

[۱] ابو عبد اللہ جعفر صادق، ان کی والدہ کا نام فروہ بنت قاسم، بن محمد، بن ابی بکر ہے۔ [۲] ابراہیم۔ [۳] عبید اللہ۔ [۴] رضی۔ یہ تینوں، ام حکیم بنت اسد، بن مغیرہ ثقفیہ کے بطن سے ہیں۔ [۵] علی۔ [۶] زینب۔ [۷] ام سلمہ۔ پہلے دو حضرات ایک باندی سے اور تیسری ایک باندی کے بطن سے ہیں۔

[۷] امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ رفاعی قدس سرہ کے پاک نسب کے اہم ستون میں سے ایک، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے۔ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۰ ربیع الاول ۸۳ھ میں بروز دوشنبہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

والدہ ماجدہ کا نام فروہ بنت قاسم، بن محمد، بن ابی بکر ہے۔ ۶۵ سال باحیات رہے۔ اپنے دادا امام زین العابدین کے ساتھ ۱۲ سال رہے، مدت امامت ۳۸ سال ہے۔

مختلف مذاہب کے لوگوں نے، آپ سے اس قدر علوم نقل کیے جنھیں کئی اونٹوں پر بار کیا جا سکتا ہے۔ چناں چہ دور دراز شہروں میں آپ کی شہرت عام ہو گئی۔ آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد ۴۰۰۰ بتائی جاتی ہے۔

وصال: اللہ تعالیٰ کا یہ سچا ولی، اللہ کی راہ میں شہید کیا گیا اور اللہ کی رضا وکرامت سے بہرہ ور ہوا۔ ۱۵ رجب بروز دوشنبہ آپ کا وصال ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شوال ۱۴۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں اپنے والد اور جد امجد امام زین العابدین علی، بن حسین اور چچا امام حسن، بن علی، بن ابی طالب کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کہا گیا ہے کہ ابو جعفر منصور عباسی نے زہر دے کر شہید کرایا۔ آپ کو شرف و مجد کا ستون کہا جاتا ہے۔

اولاد امجاد: آپ کی اولاد کی تعداد ۱۰ ہے۔ جو حسب ذیل ہے:

[۱] اسماعیل۔ [۲] عبد اللہ۔ [۳] ام فروہ۔ (یہ تینوں حضرات، فاطمہ بنت حسین الاشرم، بن حسن، بن علی، بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بطن سے ہیں) [۴] امام موسیٰ کاظم۔ [۵] اسحٰق المؤتمن۔ [۶] محمد الدیباج۔ (یہ تینوں ام ولد حمیدہ بربریہ کے بطن سے ہیں۔) [۷] علی العریضی۔ [۸] عباس۔ [۹] اسما۔ [۱۰] فاطمہ۔ یہ سب، مختلف باندیوں کے بطن سے تولد ہوئے۔

[۸] امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علما فرماتے ہیں کہ سیدنا امام موسیٰ کاظم بلند شان والے، فخرِ مجسم، بڑے تہجد گزار، حد درجہ عبادات میں منہمک رہنے والے، صاحب کرامات، عبادت و ریاضت میں مشہورِ

زمانہ اور طاعات کے پابند تھے۔ رات، سجدوں اور قیام میں گزارتے، اور دن، صدقے اور روزوں میں۔ کثرت حلم، اور دشمنوں کو بھی معاف کر دینے کی وجہ سے "کاظم" کہے جاتے۔ بدخواہوں کی برائی کا بدلہ احسان سے دیتے، مجرم کو معاف فرمادیتے۔ عبادت کی کثرت کے سبب، "عبد صالح" کے نام سے جانے جاتے۔ سرزمین عراق میں "اللہ تعالیٰ کی جانب سے بابِ حاجات" سے معروف تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ متوسلین، آپ کے وسیلے کی برکت سے فائز المرام ہوتے۔ آپ کی کرامات سے عقلیں محوِ حیرت ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں آپ کا مرتبہ بہت بلند و بالا ہے۔

ولادت: آپ مقام "ابوا" میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق ۱۲۹ھ میں، بروز یک شنبہ پیدا ہوئے، اور ایک قول یہ ہے کہ ۳ صفر بروز سہ شنبہ آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کی والدہ حمیدہ بربریہ ہیں جو صالح بربر کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ کی عمر مبارک ۵۵ سال کی ہوئی۔ ۲۰ سال تک اپنے والد گرامی امام جعفر کے زیر سایہ رہے۔ ہارون رشید کی طرف سے دس سال چند ماہ کی طویل مدت تک قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔

کرامت: فضل بن ربیع سے منقول ہے، وہ اپنے والد ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ مہدی عباسی نے جب امام موسیٰ کاظم کو قید کر دیا تو ایک رات اس نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، وہ فرمار ہے تھے:

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَ تُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ﴿۲۲﴾
(محمد، الآية: ۲۲)

ربیع کہتے ہیں کہ مہدی نے رات کے وقت ہی ایک شخص کو، مجھے بلانے کے لیے بھیجا، اس ناگہانی طور پر طلب کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ بہر حال میں حاضر ہوا تو

مہدی اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا، مہدی کی آواز بہت دل کش تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ موسیٰ بن ابی جعفر کو ابھی میرے پاس حاضر کرو۔ میں انھیں لے کر حاضر ہوا، مہدی نے انھیں گلے لگایا، اور اپنے بغل میں بٹھا کر بولا: اے ابوالحسن! میں نے خواب میں حضرت علی بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ فلاں آیت کی تلاوت کر رہے تھے، آپ مجھے اطمینان دلادیں کہ میرے یا میری اولاد کے خلاف خروج نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی کام کیا ہے نہ ہی یہ میری شان ہے۔ مہدی نے کہا: بجا فرمایا۔ اے ربیع! ان کی خدمت میں ۳ ہزار دینار پیش کرو، اور انھیں، ان کے اہل خانہ کے پاس مدینہ بھجوادو۔ ربیع کہتے ہیں، میں حکم بجالایا، وہ صبح سے پہلے ہی نکل گئے۔

وفات: صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات، بغداد میں ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ مبارکہ، ظلماً زہر کے اثر سے ہوئی۔ سندی بن شاہک نامی شخص نے قید میں ہی، آپ کو زہر دے دیا۔ مدینۃ السلام کی مغربی جانب، مقابر قریش کے معروف قبرستان میں مدفون ہیں۔ سلام اللہ تعالیٰ ورحمتہ وبرکاتہ علیہ۔

اولاد: امام موسیٰ کاظم کی اولاد ذکور واناث کی تعداد (۳۷) ہے:

(۱) امام موسیٰ رضا۔ (۲) ابراہیم۔ (۳) عباس۔ (۴) قاسم۔ (۵) اسماعیل۔ (۶) جعفر۔ (۷) ہارون۔ (۸) حسن۔ (۹) احمد۔ (۱۰) محمد۔ (۱۱) حمزہ۔ (۱۲) عبد اللہ۔ (۱۳) اسحاق۔ (۱۴) عبید اللہ۔ (۱۵) زید۔ (۱۶) حسین الاصغر۔ (۱۷) فضل۔ (۱۸) سلیمان۔ (۱۹) فاطمہ کبریٰ۔ (۲۰) فاطمہ صغریٰ۔ (۲۱) ام جعفر۔ (۲۲) لبانہ۔ (۲۳) زینب۔ (۲۴) خدیجہ۔ (۲۵) عُلیہ۔ (۲۶) آمنہ۔ (۲۷) حسنہ۔ (۲۸) بریہ۔ (۲۹) عائشہ۔ (۳۰) ام سلمہ۔ (۳۱) میمونہ۔ (۳۲) ام کلثوم۔ (۳۳) رقیہ۔ (۳۴) حکیمہ۔ (۳۵) رقیہ صغریٰ۔ (۳۶) ام کلثوم۔ (۳۷) ام ابیہا کلثم۔ تمام اولاد مختلف باندیوں کے بطن سے ہیں۔

آپ کی اولاد ذکور کی تعداد ۱۴ ہے۔ان کے اسماے گرامی حسب ذیل ہیں:
(۱)،حسن۔(۲)حسین۔(۳)علی رضا۔(۴)ابراہیم مرتضیٰ۔(۵)زید النار۔ (۶)عبد اللہ۔(۷)عبید اللہ۔(۸)عباس۔(۹)حمزہ۔(۱۰)جعفر۔(۱۱)ہارون۔(۱۲) اسحاق۔(۱۳)اسماعیل۔(۱۴)محمد العابد۔

[۹] امام ابراہیم مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام رفاعی کے سلسلۂ نسب میں ایک اہم نام سیدنا ابراہیم مرتضیٰ کا ہے۔آپ کا لقب مُجاب ہے۔ ایک باندی نَجیبہ کے بطن سے ہیں۔انھوں نے عباسیوں کو شکست دے کریمن پر غلبہ حاصل کیا،ساحل سے لے کریمن کے قرن شرقی کے اخیر تک آپ کی حکومت وسیع ہوگئی۔مامون کے زمانے میں لوگوں کو حج کرایا،جب حرم شریف میں بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے،تو مامون اور اس کے ولی عہد امام علی رضا بن موسی کاظم کے لیے دعا کی۔

وفات: ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ھ یا ۲۰۹ھ میں بغداد میں زہر کے اثر سے شہید ہوئے، جب کہ مامون کی جانب سے بڑے پکے عہد و پیمان کے بعد بغداد تشریف لائے تھے۔مگر اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

فقیہ ابن سماک نے آپ کو دفن کیے جانے کے وقت کہا تھا:

مات الامام المرتضیٰ مسموما وطوی الزمان فضائلا وعلوما
قد مات فی الزوراء مظلوما کما اضحی ابوہ بکربلا مظلوما
فالشمس تندب موتہ مصفرۃ و البدر یلطم وجھہ مغموما

[۱] افسوس ! امام مرتضیٰ کی وفات زہر کے اثر سے ہوئی، انھوں نے فضائل و مناقب اور علوم و معارف سے زمانہ کو بھر دیا تھا۔

[۲] مقامِ زوراءمیں مظلومیت کی حالت میں ان کی شہادت ایسے ہی ہوئی جیسے ان

کے جدامجد مقام کربلا میں ظلماً شہید کیے گئے تھے۔

[۳] آفتاب، زرد رنگ کے ساتھ ان کی موت پر ماتم کناں ہے اور بدر کامل مغموم ہوکراپنے چہرے پر طمانچہ مار رہاہے۔

آپ کا شمار، ائمہ اہل بیت سے ہوتا ہے، "ہادی الی اللہ" کے لقب سے یاد کیے جاتے۔

اولاد: آپ نے ۳ اولاد نرینہ چھوڑیں۔(۱) موسی ابو سبحہ، معروف بہ موسیٰ ثانی۔(۲) جعفر۔(۳) اسماعیل۔

ماہرین نسب کی ایک جماعت نے بڑے جزم وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیل سے اولاد کا سلسلہ موقوف ہے، جب کہ جمہور علمانے ان کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایاکہ ایساکہنا تسامح، خطااور گناہ ہے۔

[۱۰] امام موسیٰ ثانی رضی اللہ تعالی عنہ

آل مرتضیٰ میں سے ایک عظیم الشان شخصیت سید موسی ثانی کی ہے۔ آپ ابو سبحہ اور ابویحییٰ کے لقب سے بھی جانے جاتے ہیں۔ تسبیح وتہلیل کی کثرت کی وجہ سے آپ کا لقب "ابو سبحہ" ہوگیا تھا۔ عظمت شان، خشوع وخضوع، اور تقوی کے اعلی معیار پر فائزاور عارف باللہ تھے۔ اپنے والد کے ساتھ بغداد آئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی، بغداد ہی میں ۲۱۰ھ میں وصال ہوا۔ مقابر قریش میں اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم کے قریب مدفون ہوئے۔

اولاد: آپ کی بہت سی اولاد ہیں جو خوب پھلی پھولیں، ۸ اولاد ذکور میں سے ۴ قلیل العیال ہیں اور ۴ کثیر العیال۔ قلیل العیال یہ ہیں:

(۱) عبداللہ۔ (۲) عیسی۔ (۳) علی۔ (۴) جعفر۔

اور جن کی اولاد کثرت کے ساتھ ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) محمد الاعرج۔ (۲) احمد الکبیر۔ (۳) ابراہیم عسکری۔ (۴) حسین قطعی۔ (۵) سید احمد صالح الاکبر۔

[۱۱] سید احمد صالح الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید احمد صالح، امام موسی ثانی کی اولاد میں سے ہیں، اور امام رفاعی کے اجداد سے ہیں۔ آپ اپنے دور میں شیخِ اہل بیت تھے۔ آپ کے معاصرین، آپ کی انفرادی شان، بلندی مرتبت اور ورع وتقوی پر متفق ہیں۔ مستجاب الدعوات اور صاحب بصیرت تھے، عوام وخواص میں آپ کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی، خلفائے بنی عباس، آپ کے تہِ دل سے قدر دان تھے۔ آپ کی عظمت وہیبت کا حال یہ ہے کہ جب گفتگو کرتے تو لوگوں پر خاموشی چھا جاتی، اور جب خاموش ہوتے تو لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی۔

کرامت: قاضِی ابو علی تنوخی، اپنے ایک رسالے میں، جسے انھوں نے فضائل اہل بیت میں تصنیف کیا ہے، لکھتے ہیں:

ایک بار دریائے دجلہ کے کنارے، آپ کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو زار و قطار رو رہا تھا۔ آپ نے رونے کی وجہ دریافت کی، تو اس نے بتایا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، سوائے ایک اونٹ کے میرے پاس اور کوئی مال ومتاع نہیں، اسی کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی روزی روٹی کے سلسلے میں محنت مزدوری کیا کرتا تھا، مگر افسوس کہ وہ پھسل کر گر پڑا جس سے اس کا ایک اگلا اور پچھلا پیر ٹوٹ گیا۔

آپ نے فرمایا: اونٹ کہاں ہے؟ اس نے اونٹ کی طرف اشارہ کیا، آپ نے

اونٹ کا لگام پکڑ کر کھینچا اور فرمایا:

قم باذن الله الذي لا يعجزه شيء وهو على كل شيء قدير.

اتنا کہنا تھا کہ اونٹ چاروں پیروں پر کھڑا ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

وفات: ۲۱۶ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، جب وصال کی خبر مامون رشید کو پہنچی، اس وقت وہ دمشق میں تھا، رو پڑا، اور بولا: علوم نبویہ کے مصاحف میں سے ایک عظیم مصحف لپیٹ دیا گیا۔ اپنے جد امجد امام موسی کاظم کے روضے کے عقب میں مقابر قریش میں دفن کیے گئے۔ سلام اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔

اولاد: آپ نے درج ذیل ۳، اولاد ذکور، بطور یادگار چھوڑے:

(۱) ابو عبد اللہ الحسین۔ (۲) ابو اسحق ابراہیم (۳) علی الاحول۔

[۱۲] ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رفاعی سلسلۂ نسب میں، آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ "رضی" لقب ہے۔ "محدث" اور "قطعی" کہے جاتے ہیں۔ (قطیعہ، بغداد میں ایک محلہ ہے) آپ کے عم محترم حسین القطعی اسی کی جانب منسوب ہیں۔ علم حدیث اور علوم قران میں وسیع معلومات رکھتے تھے، عظیم فقیہ بھی تھے، بغداد اور ریاست اسلامیہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ کو آل ابو طالب کا سردار کہا جاتا ہے۔ لوگ آپ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ مامون رشید آپ کا بڑا قدر دان تھا، بہت احترام سے پیش آتا، آپ کے ساتھ حشمت و وقار کا معاملہ برتتا، کہا کرتا تھا کہ ابراہیم مرتضیٰ کی آل نے اللہ رب العزت سے ملاقات میں جلدی کی، (جلد وفات پا گئے) اور اپنی تمام تر فضیلتیں ابو عبد اللہ

الرضی کے لیے چھوڑ گئے۔

قاضی تنوخی کا بیان ہے کہ اگر حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" صحیح ہے تو حسین الرضی اس کے صحیح مصداق ہیں۔

۲۱۹ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، اور مقبرہ قطیعہ میں دفن کیے گئے۔

آپ نے (۱) قاسم معروف بہ الحسن، (۲) علی الاسود، (۳) حسن، (۴) ابو احمد، اور (۵) حمزہ بطور یادگار چھوڑے۔

[۱۳] سید ابو موسی حسن القاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس بغداد اور شیخ بنی ہاشم سے مشہور ہیں۔ ابن میمون واسطی کہتے ہیں:

حسن القاسم کے زمانے میں، آل ابی طالب میں سے آپ سے زیادہ بلند مرتبے والا، کامل علم والا، اور ستھرا عمل والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ یقیناً آپ اپنے زمانے کے سردار تھے۔

شیخ ابن الافطس کے بقول: قاسم الحسن اپنی بعض اولاد کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لائے، یہاں طویل عرصے تک قیام رہا، آپ کی کچھ اولاد بغداد میں رہ گئی تھی، پھر آپ بغداد آئے اور یہیں وصال ہو گیا اور مقابر قریش میں مدفون ہوئے۔ [مولف کے بقول:] یہ تمام تفصیلات درست ہیں، سوائے اس کے کہ آپ کا وصال مکہ میں ہوا۔

ابن میمون واسطی، عبیدلی اور جوہری وغیرہ کا کہنا ہے کہ رئیس بغداد حسن قاسم اپنی بعض اولاد کے ساتھ وارِد مکہ ہوے۔ اور بقیہ کو بغداد میں ہی چھوڑے رکھا۔ مکہ میں بہت احترام و وقار کے ساتھ زندگی بسر کی یہاں تک کہ مکہ ہی میں ۲۲۶ھ میں وصال ہو گیا۔

پھر اِن کا کہنا ہے کہ آپ نے دو اولاد ذکور چھوڑے: (۱) موسیٰ اور (۲) محمد ابو القاسم۔ یہ دونوں کثیر العیال ہیں۔

[۱۴] سید ابوالقاسم محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے والد محترم رئیس بغداد سید حسن القاسم کے ساتھ مکہ آئے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی، جس کے سبب خلق کثیر آپ کی جانب مائل ہوئی۔ حسن اخلاق، جود و سخا اور زہد و صدق کے اعلی منزل پر فائز تھے۔

ایک عجیب غیبی تحفہ: اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عجیب غیبی تحفہ آپ کو عطا ہوا، وہ یہ کہ آپ نے اپنے قیام مکہ کے دوران، شبِ جمعہ کو ایک خواب دیکھا، کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، آسمان سے ایک نور اُترا جس نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا، پھر نوری چادر کا پردہ اٹھا، تو ایک ترو تازہ، نرم خرام سرزمین دکھائی دی، جس پر ریشم و دیباج کے بستر بچھے ہوئے ہیں اور اس کے اوپر کچھ تخت لگے ہوئے ہیں اور ان پر کچھ شخصیتیں جلوہ افروز ہیں جنھیں ہر چہار جانب سے انوار و تجلیات نے گھیر رکھا ہے اور آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے مہدی بھی موجود ہیں، ناگاہ ایک صاحب تشریف لائے اور دونوں کو طلب کیا، دونوں ان کے ساتھ ہو لیے، یہاں تک کہ انھوں نے ان دونوں کو ایک ایسے بلند و بالا تخت کے سامنے کھڑا کر دیا جس پر سرخ یاقوت اور جوہر کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ پردہ ہٹا اور تخت سے ایک باہیبت، دراز قد شخصیت نمودار ہوئی جن کے ہاتھ میں کسی درخت کی بلند شاخ تھی، وہ ان کی جانب بڑھے اور فرمایا: اے ابوالقاسم، اس شاخ کو لے کر اپنے بیٹے مہدی کو دے دو، اور اس راستے پر چل کر بلاد مغرب کی طرف روانہ ہو جاؤ، وہاں پہنچ کر یہ شاخ نصب کر دینا، اور اس سے آگے نہ بڑھنا۔ یہ شاخ ایک ایسے درخت کو جنم دے گی جس کی شاخیں مشرق و مغرب تک دراز ہوں گی اور ان کی شہرت آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائے گی۔

ابوالقاسم کہتے ہیں کہ اس بارے میں، میں نے اپنے بیٹے مہدی سے بات کی۔ تو

اس نے کہا کہ میرا بیٹا رفاعہ مجھ سے زیادہ سفر کی طاقت رکھتا ہے، لہذا اسی کو بھیج دیا جائے۔ میں نے اس نورانی شخصیت سے اپنے بیٹے کی بات کہ دی، وہ تخت پر چڑھے، پھر واپس ہوئے اور فرمایا: ہاں، ٹھیک ہے، یہ کام رفاعہ ہی کر سکے گا۔

ابھی میں اسی حال میں تھا کہ میرا بیٹا رفاعہ میرے پاس آیا، میں نے وہ شاخ اسے دے دی، پھر میں نے اس شخصیت سے کہا: ہاں، اب ہم آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار اور حاضر ہیں۔ خدا کے لیے، آپ اپنے بارے میں ہمیں بتائیں۔ اور یہ تخت نشین کون ہیں جن کے حکم پر آپ ہمیں ان کے پاس لے آئے؟

وہ بولے: میں علی بن ابي طالب ہوں، اور یہ تخت والے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

میں نے ان پر درود وسلام بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر اپنے بیٹے رفاعہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر مغرب کے راستے پر چل پڑا، جس کی جانب امیر المؤمنین نے اشارہ کیا تھا۔ آنکھ جھپکنے کی دیر تھی کہ ہم بلاد مغرب پہنچ گئے۔ رفاعہ نے وہ شاخ وہیں گاڑ دی۔ اس سے آسمان کی بلندی کے مثل ایک دوسری شاخ نکل آئی۔ رفاعہ نے اسے کاٹ دیا۔ پھر ہم اٹھے اور مشرق کی سمت چل پڑے، کچھ وقت گزرا کہ ہم عراق کے مشرق میں شہر واسط پہنچ گئے۔ رفاعہ نے یہاں بھی وہ شاخ نصب کر دی۔ تو اس سے ایک بہت بڑا درخت اگ آیا، یہاں تک کہ اس کی شاخیں آسمان کے کناروں کو چھونے لگیں اور طول میں مشرق ومغرب کو پہنچ گئیں، سورج اس کی جڑ اور ستارے اس کے پتے بن گئے۔

میں اس سے خوف زدہ ہو گیا، پھر سراسیمگی کی حالت میں بیدار ہوا، فکر کے سمندر میں ڈوبا ہوا بیت اللہ کی جانب گیا، وہاں مُعَبر اہل بیت، سید حمزہ بن علی علوی سے ملاقات ہوئی، ان سے خواب کا واقعہ بیان کیا، وہ بھی خوف زدہ ہو کر رونے لگے، پھر فرمایا کہ

یہ خواب اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا بیٹا رفاعہ، بلادِ مغرب کی طرف ہجرت کرے گا، وہاں اپنی پاک اولاد چھوڑے گا، پھر اس کی اولاد سے ایک شخص مشرق کی جانب ہجرت کرتے ہوئے واسط میں وارد ہوگا، اور یہاں اس کی نسل سے ایک سید پیدا ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہوگا، وہ شریعت محمدی کی تجدید اور طریقت کا احیا کرے گا۔ اس کے ارشاد کے انوار سے دنیا بھر جائے گی۔ اور اس کی اولاد سے کچھ ایسے لوگ آئیں گے، جو ستاروں کے مانند تمام اہل بیت کے اولیا کا خلاصہ ہوں گے۔ اگر وہ شخص اہل بیت کا مہدی نہ ہوا تو اسی جیسا ہوگا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں: مذکورہ خواب، ایک رقعہ میں اہل بیت کے پاس مسلسل محفوظ رہا، یہاں تک کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور ہوا اور آپ کے ظہور وارشاد کا معاملہ خوب اجاگر ہوگیا، اس خواب نے اہل بیت کی اہم شخصیات کو آپ کی جانب مائل کیا اور بہت سی بشارتوں اور ارشادات نے اس کی تائید کی۔

سید محمد ابوالقاسم، مکہ مکرمہ میں ۲۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

[۱۵] سید ابو رفاعہ مہدی مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ سید ابو القاسم کے اکلوتے بیٹے ہیں، ابو رفاعہ، تقی اور زکی کے لقب سے معروف ہیں۔ اہل بیت کے شیخ اور برکات وکمالات والے ہیں، دن میں روزہ رکھتے اور رات قیام میں گزارتے۔ فقیہ، عالم اور قطب وقت ہیں۔ آپ کے معاصر صوفیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ: آپ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے۔

قاضی تنوخی کا بیان ہے کہ: ۴۰ دنوں تک آپ نے اس طرح گزارے کہ کچھ کھایا، نہ پیا، اور نہ نیند کے قریب ہوئے، مگر اس کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔

مکہ معظمہ میں ۲۹۱ھ میں آپ کا **وصال** ہوا۔

اولاد میں: عدنان، یحییٰ، اور رفاعہ حسن مکی کو بطور یادگار چھوڑا۔

[۱۶] سید رفاعہ حسن مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید رفاعہ حسن مکی معروف بہ نقی، تقی مکہ معظمہ میں ۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عمر ۱۱ سال کی ہوئی تو والد گرامی نے اپنے وصال کے سال آپ کو خرقہ کاظمیہ پہنایا اور اس سند سے نوازا جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے وراثت کے طور پر ملا تھا۔ سید رفاعہ باہیبت عظیم القدر زاہد اور لوگوں سے دور رہنے والے شخص تھے۔ آپ ہی کے زمانے میں قرامطہ لعنتیوں کی جماعت ۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئی اور بیت الحرام میں لوٹ مار، قتل وغارت، ظلم والحاد کا بازار گرم کیا اور امیر مکہ شریف ابن محارب اور بہت سے علوی سادات کو قتل کر دیا اور اس معاملے میں اندلس کے عبیدی شیعوں کے احکام بجاآوری کا دعوی کیا۔ ان حالات کے پیش نظر اتمام حجت کے لیے سید رفاعہ بلاد مغرب کی طرف عبیدیوں کی جانب تشریف لے گئے اور قرامطہ کے مکروہ کارناموں سے انھیں باخبر کرنے کی کوشش کی۔ پہلے اشبیلیہ آئے وہاں کے اُمرا نے آپ کی عزت و تکریم کی اور بعض مغربی لوگوں نے آپ کی اطاعت قبول کرلی۔ بنی شیبان کی ایک جماعت کے ساتھ اشبیلیہ کے ایک دیہات میں آپ مقیم ہوگئے اور ادریسی سادات کی ایک خاتون نہا بنت احمد بن علی بن عبد اللہ بن عمر بن ادریس اصغر بن ادریس اکبر (شاہ مغرب) بن عبداللہ محض بن حسن مثنی، بن امام حسن سے نکاح فرمایا۔ آپ کی بقیہ زندگی عزت واحترام کی ساتھ بسر ہوئی یہاں تک کہ اشبیلیہ ہی میں ۳۳۱ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا روضہ مقابر قریش میں ہے جس کی زیارت سے لوگ مشرف ہوتے ہیں۔

عبادت الٰہی میں مشغولیت کے باوجود آپ شعروسخن کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے آپ کے اشعار میں سے کچھ یہ ہیں:

تعلم الريح هز الغصن من قلقى　　　والطير ناح كنوح يوم هجرانى
والافق رش كدمعى السحب اذهمعت　　　و نار فارس شبت مثل نيرانى

اولاد: سید رفاعہ نے سید علی، سید سعد، سید عمران اور سید برکات کو بطور یادگار چھوڑا۔

[۱۷] سید علی مغربی اشبیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ صالح، حجۃ العارفین، سید الزاہدین، سید علی مغربی سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے اپنے سامنے ایک درخت پر نظر ڈالی، آہ وزاری کیا اور سرد آہ کھینچا تو وہ درخت آگ بن کر جلنے لگا، پھر فرمایا: محبت ایسی ہوتی ہے۔

۳۵۳ھ میں اشبیلیہ میں آپ کا وصال ہوا اور مقابر قریش میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

اولاد: سید احمد، سید رفاعہ، سید کنانہ، سید ہزاع، اور سید غالب آپ کی یادگار ہیں۔

[۱۸] سید ابو علی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابو علی اور لقب مرتضی ہے۔ فقیہ، عابد، عارف اور صاحب کرامات شخص تھے۔ ابن میمون اپنے مشجر میں روایت کرتے ہیں کہ سید احمد مرتضی کے پڑوسیوں میں سے ایک ضعیفہ نے آپ سے چکی چلانے میں اپنی کمزوری کی شکایت کی۔ آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور چکی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے برکت والی چکی، اللہ کی قدرت سے اس ضعیفہ کا آٹا پیس دیا کر، چناں چہ وہ ضعیفہ چکی میں گیہوں ڈالتی اور اللہ کے حکم

سے چکی خود بخود چلنے لگتی۔

آپ اللہ کے رسول ﷺ پر بکثرت درود پڑھتے، اور اللہ کا خوب ذکر کرتے، بلا ضرورت دنیاوی معاملے میں کلام نہ کرتے۔

۳۷۰ھ میں آپ نے وفات پائی اور اپنے آباو اجداد کے ساتھ اشبیلیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

[۱۹] سید حازم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید حازم، امام مقتدا اور لوگوں کے ماوا و ملجا تھے۔ خلیفہ مصر عزیز ابو منصور فاطمی نے آپ سے اپنے لیے اور اپنی اور اپنی اولاد کی سلطنت کی بقا کے لیے دعا کا سوال کیا۔ تو آپ نے خاص اسی کے لیے دعا لکھ کر دی۔ اس کے بعد اس سے فرمایا: تمھارا گھر کتنا خوب صورت ہے! اگر اس میں "حاکم" نہ ہوتا، گویا اس سے آپ نے اصل مقصد سمجھا دیا۔ عزیز نے ایک شخص کو ان کی طرف حاکم کے سلسلے میں سوال کرنے کے لیے بھیجا۔ تو اس کے فرستادہ کے پہنچنے سے پہلے ہی سید علی حازم ۳۸۵ھ میں اشبیلیہ میں وفات پاگئے۔ پھر ایک سال بعد عزیز کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور اس کے بیٹے ابو منصور کی بیعت کی گئی۔ اور وہ حاکم لقب سے ملقب ہوا تو اس کی طرف سے عجیب و غریب خرافات، پاگل پن اور کفریہ اعمال سرزد ہوئے۔ العیاذ باللہ۔ وہ اسی حال پر رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ اور وہ ان کے گھر کی شرافت کے منہدم ہونے کا سبب بن گیا۔ اور سید حازم قدس سرہٗ کے کلام کا راز ظاہر ہوگیا۔

اولاد: سید ثابت، سید عبد اللہ اور سید محمد عسلہ آپ کی یادگار ہیں۔ سید عبد اللہ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ اور سید محمد عسلہ نے سید حسن کو بطور یادگار چھوڑا۔ ان کی اور کوئی اولاد نہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ ان کی اولاد کا تذکرہ آئے گا۔

[۲۰] سید ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید ثابت اشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۴۲۷ھ میں وہیں انتقال کر گئے۔ آپ اللہ کے مقرب بندے، بہت اچھے حافظ و قاری اور اچھی آواز والے تھے۔ آپ کے کپڑوں سے نبوت کی خوشبو اٹھتی تھی۔

ابن افطس اپنی مبسوط میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک معتمد شخص نے بیان کیا کہ شاہان مغرب سید ثابت رفاعہ علوی کے ذکر سے برکت حاصل کرتے۔ اور جب ان کی طرف سے انھیں کوئی خط ملتا تو انھیں ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی خطے کو فتح کرنے کی انھیں بشارت مل گئی ہو۔ یہ سب ان کے ساتھ زیادتِی اعتقاد اور ان کی تعظیم شان کی وجہ سے تھا۔ اور آپ اس کے مستحق بھی تھے؛ اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔

[۲۱] سید یحییٰ مغربی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید نظام الدین ابوالحرث محمد معروف بہ ابن میمون واسطی حسینی اپنے مشجر میں رقم طراز ہیں:

سید یحیٰ مکی مغربی حسینی وہ پہلے شخص ہیں جو حسینی بنی رفاعہ میں سے ۴۵۰ھ میں بصرہ تشریف لائے۔ یہ وہی سال ہے جس میں بساسیری عبیدی بغداد میں داخل ہوا۔ اور جامع مسجد منصور میں شاہ مصر مستنصر باللہ علوی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اذان میں حی علی خیر العمل کا اضافہ کیا۔ اس نے بدعتوں کا اظہار اور تشیع کا خوب پرچار کیا۔ دارالخلافہ کو لوٹ لیا۔ اس کی حرمت پامال کی۔ اور عباسی خلیفہ قائم باللہ کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے چچا زاد بھائی مہاوش کے ساتھ حدیثہ عانہ کی طرف بھیج دیا۔ خلیفہ بغداد کے مصاحبین طغرل بک کے پاس آئے اور اس کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ چناں چہ طغرل بک خلیفہ قائم باللہ کو

اس کی خلافت واپس کرانے کے لیے ان کے ساتھ چلا، جب بغداد پہنچا تو مہاوش سے مقابلہ ہوگیا۔ اور اس سے لڑ کر خلیفہ کو آزاد کرا لیا۔ اور بہت سے گھوڑ سواروں، آلات جنگ اور عظیم الشان خیموں کے ساتھ خلیفہ کا شایان شان استقبال کیا اور خلیفہ کے خچر کی لگام پکڑ کر دار الخلافہ تک پیدل چلتے ہوئے لے آیا۔ یہ واقعہ دوشنبہ ۲۵/ذی قعدہ ۴۵۱ھ میں پیش آیا۔ طغرل بک دار الخلافہ کے دروازے پر بطور حاجب کھڑا رہا۔ پھر اس نے بساسیری سے جنگ کی۔ اسے قتل کرکے اس کا سر خلیفہ کو بھجوا دیا۔ اور بساسیری کے مال پر قبضہ کر لیا، اور اس کی عورتوں اور اولاد کو گرفتار کر لیا۔

اسی سال خلیفہ قائم باللہ نے بصرہ کے سادات کی نقابت، سید یحییٰ رفاعی حسینی کے سپرد کی۔ خلیفہ آپ کو زہد و تقوی، نیکی، کتاب و سنت کی پابندی اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا علم ہو چکا تھا۔ خلیفہ کی خواہش تھی کہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے روافض کے فتنے کا قلع قمع کیا جائے۔ چناں چہ اس نے نقابت کے وثیقے کے علاوہ ایک دوسرا خط آپ کے نام لکھا، خط کا مضمون یہ ہے۔

اللہ رب العزت، حضرت بابرکت، سید نقیب، شریف النسب حسینی، اہل بیت کی یادگار، خلیفہ امت کے محب، سنت کی نصرت وحمایت میں اس کے قوت بازو، صالح الاولیا، ہدایت یافتہ علما کے سردار کا مقام و مرتبہ بلند فرمائے، ان کا نور عرفان جاری رہے اور ان کی ہدایت کی اتباع کی جاتی رہے، جب تک کہ اس آیت کی تلاوت کی جاتی رہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

اے اہل بیت! اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو ختم کر دے۔

ہم ان تاکیدی کلمات کے ذریعہ آپ کی تعظیم بجا لاتے ہیں، جن کے ذکر سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ آپ اللہ و رسول ﷺ کے دین کی

حفاظت فرمائیں اور اپنے والد گرامی حیدر کرار اور والدہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسلام اللہ علیھا) کی اولاد کے فہم وفراست کے مطابق دین کی سربلندی کی ذمہ داری قبول فرمائیں۔جس کی شرافت کے بارے میں آپ کو یقین ہو اس پر ہاتھ نہ اُٹھائیں اور یہ سمجھ لیں کہ سادات اور غیر سادات اسلام میں برابر ہیں،ہاں جس نے زیادتی کی اس کا حال جداگانہ ہے، اور تمام اعمال فرشتوں کے دفتر میں لکھے ہوئے ہیں جو بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، تو آج وہ کام کریں جس کے ذریعہ کل آپ خوشی محسوس کرسکیں، اور ان بدعتوں کا قلع قمع کردیں جسے اہل غلو نے دین کی طرف منسوب کردیا اور اس میں آپ کے آباواجداد کو بھی شامل کرر کھا ہے، کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ سلف صالحین رضی اللہ عنھم اِن ناخلف لوگوں کے بے جا دعووں سے پاک ہیں، جن کے ذریعہ انھوں نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بازی کا ماحول گرم کرر کھا ہے، شیعوں کے بہت سے بے ہودہ اعتقادات ہیں، آپ اس دروازے کو بند کرنے کی کوشش کریں، اور اپنے فہم فراست سے اس کا خاتمہ کردیں، برائیوں سے روکیں، ضرورت پڑنے پر تلوار اُٹھانے سے بھی گریز نہ کریں، اور وہ لوگ جو "حیّ علی خیر العمل" کا اذان میں اضافہ کریں، انھیں ڈرائیں کہ یہ عمل کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت نہیں، اور اجماع کے معاملے کو مضبوطی کے ساتھ قائم کریں، اور جو شخص راہ اعتزال اختیار کرے یا زیدیت کی طرف مائل ہوکر دین میں اضافہ کرے، یا گزشتہ ائمہ کے بارے میں بے بنیاد دعوے کرے، یا امامیہ شیعہ کی بعض بدعتوں کی پیروی کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کو جھٹلائے، یا یہ کہے کہ اس کے پاس رازدارانہ علم کا القا کیا جاتا ہے، یا یہ کہے کہ ائمہ نے اپنی خواہش کے لیے دین میں کچھ اضافہ کردیا، یا یوم سقیفہ، یا یوم جمل کے بارے میں جھوٹی خبریں روایت کرے، یا یہ کہے کہ سورج نے بنی ہاشم کا سجدہ کیا، جس سے آگ بھڑک اٹھی، یا باطنی عقائد کو ظاہر سے ملائے، یا یہ قول کرے کہ

معنوی ذات، ظاہری ذات سے الگ ہے، یا چھپے ہوئے اماموں سے اپنے تعلق کا اظہار کرے، یا رضویٰ پہاڑ کے پاس امام منتظر کا انتظار کرے، اور یہ کہے کہ ان کے پاس شہد اور پانی ہے، یا سراب پر گھوڑوں کے دوڑنے کا اعتقاد رکھے، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں یہ فاسد عقیدہ رکھے کہ آپ بادلوں میں قیام پذیر ہیں، یا اپنی عقل سے امام وخلیفہ کے بارے میں معصوم ہونے کی بے جا شرط لگائے، ایسے تمام لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرادی جائے کہ یہ تمام غلط عقیدے ان کے ذہنوں کے فساد اور دین میں بدعقیدگی کے سبب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اہل بیت کے ساتھ قربت کا دعویٰ کرکے اپنا مفاد حاصل کرنا چاہا، اور اگر کوئی کہنا والا یہ کہے کہ اہل بیت نے ایسا کوئی عقیدہ دیا تو اس سے فرمادیں کہ ہرگز نہیں! بلکہ یہ ان کے دلوں کا فساد ہے اور ان کے نسب کے معاملات پر گہری نظر ڈالیں جس میں شک کی گنجائش نہ ہو، اور صحیح نسب کے بغیر ہرگز کوئی شخص اس میں داخل نہ ہوسکے اور بغیر سبب کے کوئی اس سے خارج بھی نہ ہوسکے، اور ان کے اموال میں بے جا تصرف کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹیں، ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کریں، اور جو شخص حدیث شریف کی سندوں میں زیادتی کرے، یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے اصل مراد کے بر خلاف بے جا تاویل کرے، اس کی اچھے ڈھنگ سے سرزنش فرمائیں، اور ایسے راستے کی طرف رہنمائی فرمائیں جو انھیں اللہ ورسول کی طرف پہنچادے اور جس کے بارے میں یقین ہوجائے کہ وہ حق کے راستے سے پھر گیا ہو اور راہ باطل کی جانب مائل ہوگیا ہو اور اس کا سینہ بغض وحسد سے پر ہو اس سے الگ ہوجائیں۔ ان کے لیے واضح راستہ کی رہ نمائی کردی گئی ہے، تو انھیں اختلاف اور رد وقدح سے باز رکھیں، کیونکہ ان کے تمام فرقے اپنی کثرت کے باوجود گمراہ کن تاریکی میں اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں۔ اور ہر معاملے میں تقوی کو پیش نظر رکھیں۔ شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوں کیوں کہ یہی ذریعہ اور

مضبوط وسیلہ ہے۔ اللہ تعالی بہترین مہمانی کی جگہ میں آپ کا مرتبہ بلند فرمائے اور عزت کی چادر سے آپ پر سایہ کرے جس دن کہ چہروں پر شرمندگی کے آثار ظاہر ہوں۔

چناں چہ اللہ تعالی نے آپ کی کوشش اور برکت سے لوگوں کے حالات درست فرمادیے اور فتنے کی آگ سرد ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ

شیخ شریف احمد بن ابوالعشائر حسنی اپنے والد سے راوی ہیں کہ جب خلیفہ قائم کو سید یحی رفاعی حسینی کے بصرہ آمد کی خبر موصول ہوئی تو انہیں بغداد آنے کے بارے میں ایک خط لکھا۔ آپ خلیفہ کی بات مانتے ہوئے بغداد تشریف لائے۔ خلیفہ نے شہر کے مغربی کنارے ایک گھر میں آپ کی رہائش کا انتظام کرادیا، اور اپنے حاجب اور دارالخلافہ کے استاذ کو آپ کی خدمت کے لیے متعیّن کر دیا۔ پھر تیسرے دن دارالخلافہ میں کھانے پر بلایا، جب آپ تشریف لائے تو اس نے گھر کے صحن تک خود اٹھ کر استقبال کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور بصرہ میں آل ابی طالب کی نقابت قبول کرنے کے بارے میں آپ سے گفتگو کی تاکہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان لگاتار برپا ہونے والے فتنے اور کینے زائل کیے جاسکیں۔ آپ نے خلیفہ کی یہ خواہش مان لی، اور خلیفہ نے آپ کے لیے اپنے ہاتھ سے آل ابی طالب کی نقابت کا رقعہ تحریر کیا۔

کتاب التوقیع کے مطابق رقعہ کا مضمون درج ذیل تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمدلله حمدا تحسن به الشئون وينجو به الحامدون والصلوة والسلام على عبد الله الاكمل ورسول الله الافضل سيدنا محمد الذى اختاره الله من اطهر الاصلاب واشرف البطون وعلى آله واصحابه العارفين بحقيقته ، العاملين بسنته.

امابعد ، امیر المومنین عبد اللہ القائم باللہ کی جانب سے (اللہ تعالی اس کے اقوال وافعال اپنی توفیق وعنایت سے درست رکھے ، یقینا وہی بڑا مددگار ہے) نیک بندے ، اسلام واہل اسلام کی برکت ، امام وقت اور دین کی نصرت کرنے والے ، شریعت محمدیہ کے خادم ، آل

فاطمہ کی آنکھ کی ٹھنڈک یحی بن ثابت بن حازم بن احمد بن علی بن رفاعہ حسن ابو المکارم مکی، حسینی، ہاشمی کے نام، اللہ تعالی مسلمانوں پر ان کا اور ان کے اسلاف کا نفع عام فرمائے۔

اے سید مقتدا و معتمد! آپ جان لیں کہ ہمارا یہ دستاویز آپ کے ہاتھوں میں دربار خلافت کی جانب سے ایک وثیقہ ہے۔ دربات خلافت کی جانب سے بصرہ، واسط، بطائح اور اس سے ملحق علاقوں میں بسنے والے آل ابی طالب کی نقابت آپ کے سپرد کی جاتی ہے، آپ ان میں حکم نافذ کریں، آپ کا حکم نافذ العمل اور واجب الاطاعت ہو گا۔ اور آپ کی جانب سے ان کے بارے میں جو بھی معاملہ بارگاہ خلافت میں پیش کیا جائے گا، وہ مقبول اور فوری لائق عمل ہو گا۔ اور اس کے مقتضا پر فیصلہ کیا جائے گا، اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا اور مددگار ہے۔

یہ وثیقہ اور قرار داد دار الخلافہ بغداد دار السلام کی جانب سے ۴۵۰ھ میں تحریر کیا گیا اور اس پر مہر لگائی گئی۔

ابن العشائر کہتے ہیں: سید یحی اس حال میں بصرہ لوٹے کہ نقابت کا علم آپ کے آگے آگے تھا، آپ نے بہتر طور طریقہ اور عمدہ سیرت اپنائی اور فتنے کی آگ کو بجھا دیا، کمتر دنیا میں کبھی مشغول نہ ہوئے۔ اپنے رب کے ساتھ زہد و عبادت اور صدق دین میں مضبوطی پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔ اور بصرہ میں "فم الدیر" نامی مقام میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خلائق ہے۔

کرامت: آپ کی ذات سے ایک عجیب و غریب کرامت کا ظہور ہوا، جسے یوں نقل کیا گیا ہے کہ آپ دریائے بصرہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ دس سال سے کم عمر کا ایک بچہ دریا میں ڈوبنے لگا، جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا تو اپنے ہاتھ سے پانی کی جانب اشارہ کیا، پانی ٹھہر گیا۔ اور بچہ ہنستے ہوئے اس پر چکر لگانے لگا۔ اور پانی پر چلتے ہوئے خشکی تک پہنچ گیا۔ پھر اللہ رب العزت کے حکم سے اپنی عادت جاریہ کے مطابق پانی رواں دواں ہو گیا۔

حکیمانہ اقوال: شیخ عارف باللہ ، عبد الملک بن حماد موصلی، ابو بکر نجاری، انصاری، واسطی سے روایت کرتے ہیں کہ سید یحی رفاعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بندوں کی روحیں، قوت ظاہرہ اور ذکر کے انوار و تجلیات سے آباد ہیں۔ اہل اللہ کی روحیں جگمگاتے ہوئے انوار کے مانند ہیں ، علمائے ظاہر کی روحیں خواہشات سے ڈھکی ہوئی ہیں ۔(ان پر خواہشات کا پردہ پڑا ہوا ہے)جو دنیا کی رونق میں مگن ہیں۔اور دنیاوی جاہ و حشم اور کبر و نخوت پر فریفتہ ہیں۔علمائے ربانین کی روحیں روحانی طور پر زندہ ہیں۔

حکما کی روحیں زندہ اور ناطق ہیں ۔عقلا کی روحیں عقلی ،برہانی طور پر زندہ ہیں۔ اولیاے کرام کی روحیں ملکوتی حیات کی حامل ہیں ،جنھیں علم لدنی سے نوازا گیا ہے ۔ اہل معرفت کی روحیں اسرار الہیہ میں مست ہیں۔انبیاے کرام کی روحیں پاکیزہ،باقی رہنے والیں اور اللہ والی ہیں ۔ ملائکہ کی روحیں فاضلانہ طور پر حیرت میں ڈال دینے والی عقلیں ہیں۔ اشخاص کی روحیں روحانی فیض سے منور و مجلی ہیں ۔مقربین حاملین عرش کی روحیں رب العالمین کے جودو سخا سے تابندہ ہیں۔نفوس انسانیہ روحانی صورتیں ہیں۔اور نفوس خود ہی روحانی ہیں دونوں کے لیے حیات وادراک ہے، توجب ان کا تعلق اجسام فانیہ سے ہوتا ہے اورانہیں جسمانی زینت پہ دھوکا ہوتا ہے (دھوکے میں پڑجاتی ہیں)توبلند آسمانوں اور ہمیشگی کی جنتوں کی جانب ان کا سفر دشوار ہوجاتا ہے ۔اور اگر یہ روحیں شہوتوں اور لذتوں میں منہمک ہوگئیں تو یہ محض مردہ ہوکر رہ جاتی ہیں۔ دنیا داروں کی روحیں اندھی پوشیدہ اور بد بخت ہیں۔ متکبرین کے نفوس ذکرو فکر سے پرے ہوتے ہیں۔اہل فکر کے نفوس کا بوجھ وزنی ہوتا ہے ۔متکبرین اور سرکش لوگوں کے نفوس غلط خیالات والے ہوتے ہیں ۔حاسدین کے نفوس ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ دکھاوا کرنے والوں کے نفوس رب العالمین کی یادیا ذات سے دور کرنے والے ہیں اور کھلم کھلا عذاب میں ہیں اور بھڑکتے ہوئے جہنم اور شیطان

کی جماعت میں ہیں۔ غیبت کرنے والوں کے نفوس شیطانوں کی طرح ہیں۔ چغل خوروں کے نفوس مردود شیطانوں کے مانند ہیں۔ جھوٹوں کی ذات جملہ مخلوق کے نزدیک بری ہے۔ بروں کے نفوس برائیوں کی جانب مائل ہوتے ہیں اور ان کی صحبت ہلاکت کی داعی ہیں۔

اچھوں کی صحبت دار القرار (جنت) کا زینہ ہے۔ بُروں کی صحبت جلد محرومی کا سبب ہے۔ جاہلوں کی صحبت بیڑیاں اور طوق ہیں۔ عاقلوں کی صحبت مکمل باعث سرور ہے۔ عالم کی صحبت ہمیشگی کی نعمت ہے۔ صوفیہ کی صحبت حقیر شہوتوں سے آزادی دلاتی ہے۔ حکماے ابرار کی صحبت و معاشرت نیکوں کی روحوں کی حیات ہے۔ اولیاے کرام سے بھائی چارہ اور ہم دردی تقوی شعار نیکوں کا طریقہ ہے۔ اہل کلام کی صحبت عوام کے لیے مضر ہے۔ فقہاے زمانہ کی صحبت عظیم تر آفت اور آزمائش ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نور برہانی ہے۔

اصل دیانت، عقل، علم، حیا اور امانت ہے۔ دین کا شرف یہ ہے کہ جملہ امت مسلمہ کے لیے بھلائی کا ارادہ کیا جائے۔ اسلام کا کمال یہ ہے ہر مخلوق کو تکلیف دینے سے باز آیا جائے۔ اسلام ایک عام نور ہے۔ مئومنین کا ایمان، انبیاے کرام کے اقوال کی تصدیق ہے۔ مسلمین کا ایمان بعض دلائل و براہین میں لپٹا ہوا ہے۔ فقہاے زمانہ کا ایمان خفیہ و علانیہ ایک طرح کا خیال ہے۔ مجادلہ کرنے والوں کا ایمان گمراہی اور خلل سے مخلوط ہے۔ اہل ظاہر کا ایمان رمضان کے اخیر عشرے کے مثل ہے۔ اہل معرفت کا ایمان حق مبین ہے، جو کشف برہان اور یقین پر مبنی ہے۔ عقل والوں کا ایمان صاحب فضیلت ملائکہ کی طرح ہے۔ علماے حق کا ایمان نیک، رحم دل، شرفا کی طرح ہے۔ اولیا کا ایمان انبیا کے ایمان کے تابع ہے۔ نبی کا ایمان ایمان کلی ہے۔ ولی کا ایمان حقیقی ہے۔ ملکوتی نفوس جسمانی لذتوں سے بیزار ہوتے ہیں۔ ان کی روح حیات، ذکر و فکر، مشاہدہ، علم اور حکمت ہے، ابتداے طریق، ہدایت، توفیق اور یقینی طور پر خیر پر عمل ہے۔ علم، عمل اور صدق ہی سچا راستہ ہے۔

سفر دو طرح کے ہیں: [۱] جسمانی سفر، [۲] روحانی سفر۔

جسمانی سفر آلات و حرکات کو بروے کار لانے سے ماخوذ ہے۔ اور روحانی سفر حقائق میں آلہء فکر کو بروے کار لانا ہے۔ جو پہلی ہی ہر کت پر جمار ہا وہ کمال کو نہیں پا سکتا۔ جو محسوسات تک ہی محدود رہا وہ مُردوں کی صف میں ہے۔ اور جو معقولات کا ادراک نہ کر سکا اس کی زندگی جسمانی لذتوں تک محدود ہے۔ حرکت علمیہ ہی کامل اور ہمیشگی کی عبادت ہے۔ وہ علوم جو برہان پر مشتمل ہیں وہی انسانیت کا کمال ہیں۔ علم بندے کے لیے جنت کا زینہ اور اپنے کریم رب کے دیدار کا ذریعہ ہے۔ علم کے بغیر عمل نہیں، عقل کے بغیر تقوی نہیں۔ مجاہدے پر یقین کے بغیر صبر کا کوئی مطلب نہیں۔ ہدایت کی کنجی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز مشغول کرنے والی ہے۔

عقد مسنون اور اولاد: سید یحی نے ایک شریف النسب خاتون علم انصاریہ بنت شیخ حسن ابو سعید نجاری سے نکاح کیا (شیخ حسن، شیخ یحی ابو سعید نجاری انصاری کے والد گرامی ہیں) ان کے بطن سے سید علی ابو الحسن رفاعی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

[۲۲] سید علی ابو الحسن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید شریف، تاج الصالحین، سلطان العارفین، ابو المجاہد، عبد صالح، شیخ کبیر، صاحب تقوی، قاری، علامہ، فقیہ بابرکت علی ابو الحسن کی ولادت باسعادت بصرہ میں ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ابھی صرف ایک سال تھی کہ والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ آپ کے انصاری ماموؤں اور بنی صیرفی خالہ زاد بھائیوں نے (جو بصرہ کے مشہور امرا تھے) آپ کی کفالت کی۔ زہد و تقوی کی گود میں پروان چڑھے، والد گرامی نے انھیں اہل بیت کا خرقہ اس وقت پہنا دیا تھا جب آپ پالنے میں بچے تھے۔ اور اپنے چچازاد بھائی سید حسن کو آپ کے رشد

وہدایت کی تلقین فرمائی جو بجاطور پر اس کے اہل تھے۔ چنانچہ جب آپ بڑے ہوئے توانھوں نے ارشاد وہدایت کی ذمہ داری نبھائی اور انہیں خرقۂ وراثت پہنایا جب کہ وہ خود نقیب بصرہ سید یحی سے خرقہ پہن چکے تھے۔

سید علی بلندیوں اور کمالات میں دن بہ دن ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے نانا شیخ بطائح، حسن موسی ابوسعید نجاری سے علم شریعت وطریقت کی تحصیل کی۔ آپ اپنے خالہ زاد بھائی باز اشہب شیخ منصور بطائحی انصاری حسینی کے پاس بغرض زیارت آتے جاتے رہے۔ پھر شیخ منصور کے حکم سے ۴۹۷ھ میں بطائح کو ہی اپنا مسکن بنالیا۔

شیخ امام جمال الدین بغدادی خطیب اونیہ کہتے ہیں کہ: ۴۹۷ھ میں شیخ منصور نے اپنے پھوپھی زاد بھائی سید علی ابوالحسن رفاعی کا عقد اپنی ہمشیرہ زاہدہ عارفہ باللہ، اپنے زمانے کی عورتوں میں در نایاب، ام البرکات فاطمہ انصاریہ سے کر دیا ان کے بطن سے سلطان العارفین شیخ الاسلام، امام ہدایت سید احمد کبیر رفاعی، سید عثمان اور سیدہ ست النسب کا تولد ہوا۔ (آئندہ صفحات میں ان تمام شخصیات کا تذکرہ کیا جائے گا)

شریف ابن میمون حسینی، اپنی مبسوط میں رقم طراز ہیں: سید علی ابوالحسن علی کا قیام شیخ منصور کے شہر میں دریاے دقلی کے پاس تھا، جب آپ کی عظمت شان کا اظہار ہوا، شہرت دور دور تک پھیل گئی اور متبعین و متوسلین کی کثرت ہوگئی تو آپ نے شیخ منصور سے ایک الگ خانقاہ بنانے کی اجازت طلب کی، اجازت مل گئی، توحسن نامی قریہ میں آپ نے ایک شاندار خانقاہ بنوائی اور وہیں اقامت پزیر ہوگئے، جہاں مہمانوں کی ضیافت کرتے، بھکے ہووں کی رہنمائی فرماتے، اور بارگاہ خداوندی میں دعاو مناجات کرتے۔

ان دیار واطراف میں آپ کی مقبولیت اور شہرت بڑھتی رہی یہاں تک کی ۵۱۹ھ کا زمانہ آیا، اور واسط میں اہل بدعت اور اہل سنت کے درمیان بڑے بڑے فتنے واقع ہونے لگے، صوفیہ، زہاد اور اہل بیت اطہار میں آپ کی حیثیت امام اہل سنت کی تھی۔ لوگوں

نے آپ کو سفر بغداد کی طرف متوجہ کیا تاکہ خلیفہ مسترشد عباسی کے سامنے بدعتیوں اور باطنیوں کا فساد واضح ہو جائے، اور خلیفہ انہیں احیاے سنت اور ابطال بدعت پر آمادہ کر سکے۔ چنانچہ آپ بغداد کی جانب متوجہ ہوئے، اور بغداد میں ایک محلہ راس القریہ میں امیر مالک بن مسیب کے دولت کدے میں فروکش ہوئے، والی واسط عماد الدین زنگی کی خواہش کے مطابق اس نے آپ کے شایان شان احوال خلیفہ کو لکھ بھیجا، خلیفہ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی مگر اہل بدعت کی شرارتوں کا ازالہ نہ ہو سکا اور عراق میں سلطان محمود کی وجہ سے پس و پیش سے کام کیا۔ اس بارے میں سید علی قدس سرہ نے خلیفہ سے فرمایا: اے امیر المؤمنین مجھے آپ پر اندیشہ ہے، اگر آپ بدعت کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں گے اور اس کا قلع قمع نہ کریں گے تو وہ سب کو اپنے آغوش میں لے لیگی اور ابھی تک بدعت کی کما حقہ سرکوبی نہیں ہو سکی ہے۔

خلیفہ مسترشد نے خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ آپ افسردہ خاطر ہو کر اس کی مجلس سے اٹھے اور اپنی منزل پر آ گئے اسی رات بخار آ گیا اور ایک ہفتہ مریض رہ کر وفات پا گئے۔ امیر مالک نے راس القریہ میں آپ کا مزار تعمیر کیا جو اب تک زیارت گاہ عوام و خواص ہے اور لوگ وہاں سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ عوام کے دل میں آپ کے اس مزار کا بڑا احترام ہے۔

ایک عجیب واقعہ یہ عجیب راز ہے کہ ۱۷ ذی القعدہ، ۵۲۹ ھ میں بروز اتوار مسترشد عباسی اور سلطان مسعود کے درمیان جنگ ہوئی، جس میں باطنیہ شیعہ خلیفہ نے خیمے میں گھس کر، خلیفہ کو قتل کر دیا، اور ناک اور دونوں کان کاٹ دیا اور نعش کا مثلہ بنا دیا۔ اہل دل کہا کرتے تھے سید علی رفاعی نے خلیفہ سے دس سال قبل یہ واقعہ بطور کشف بیان فرمایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے قبل یہ اشعار پڑھے:

عجبا لحظ المخلصین بنصحھم | لا زال فیھم تعبث الاکدار
کالشمس یمسح للانام بنورہ | و تمسہ من ذا الصنیع النار

ترجمہ: مخلصین کو ان کی نصیحتوں کے بدلے جو دیا جاتا ہے، مجھے اس پر حیرت ہے، پراگندگی ان کے ساتھ کھلواڑ کرتی رہتی ہے۔ جیسے آفتاب جو اپنی روشنی سے مخلوق کو مسخ کرتا ہے، اور اس کارنامے سے آگ کی گرمی اسے برداشت کرنی پڑتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ روح قبض کیے جانے کے وقت آپ کی زبان پر: آمنت باللہ ، حسبی اللہ کے کلمات جاری تھے۔

شیخ عارف باللہ عبد الملک بن حماد موصلی قدس سرہ کی ایک روایت کے مطابق سید ابوالحسن رفاعی کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمہ انصاریہ نے اپنے والد امام عارف باللہ یحیی نجاری سے اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ غصے سے پیش آتے ہیں، اس خبر سے وہ ناراض ہوئے۔ شیخ نجاری مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اسی روز سید ابوالحسن علی اپنے ماموں یعنی شیخ کی خانقاہ میں داخل ہوئے، اور ان کے حجرے میں ان کے روبرو ہوئے۔ شیخ یحیی نے منھ پھیر لیا۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ سید ابوالحسن علی اٹھ کھڑے ہوئے اور سامنے تشریف لائے اور ان کی تعظیم و تکریم کی۔ شیخ یحیی کے اصحاب کو بڑی حیرت ہوئی، شیخ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں سمجھ رہا ہوں کہ میں نے اپنے بھانجے کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے تمھیں حیرت ہوئی۔ لوگوں نے عرض کیا، خدا کی قسم یہی معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا، قسم بخدا میرا ارادہ تھا کہ ان کے بارے میں دعا کروں کہ ان پر راستہ بند ہو جائے، اور پردے اٹھ جائیں، لیکن ان کے صلب میں موجود "در یتیم" کا خوف لاحق ہوا۔ لوگوں نے عرض کی وہ موتی کیا ہے؟ فرمایا ان کے صلب میں ایک لڑکا ہے جس کا نام احمد ہے جو سید المقربین ہوگا اور وراثت محمدیہ اس پر تمام ہو جائے گی۔

اس بابرکت خبر میں صریح راز ہے جو شیخ یحیی کے بلند مرتبے کو واضح کرتا ہے، ان کی کشفی قوت کے اجاگر کرتا ہے اور سید احمد کے علو مرتبت اور عظمت شان کو بیان کرتا ہے۔

[۲۲۳] سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بات واضح ہو چکی کہ اشرف و طاہر ذات جو تمام تر فضائل و مناقب کی جامع ہے، وہ غوث امت، مقتدائے ائمہ، علم الاعلام، شیخ الاسلام، برکۃ الخواص والعوام، حجۃ اللہ علی اولیائہ الکرام، سیدنا و مولانا شیخ ابو العباس، محی الدین سید احمد کبیر رفاعی بن سید ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات ہے۔ جن کے سلسلہ طریقت سے اللہ نے ہمیں مشرف کیا، جن کی رسی کو ہم نے مظبوطی سے تھام لیا اور جن کی وجہ سے اس مختصر اور بابرکت رسالہ کے تدوین کی توفیق ملی۔

شیخ امام عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی رضی اللہ عنہ اپنی مختصر سواد العینین میں رقم طراز ہیں: شیخ امام حجت عمر ابو الفرج عزالدین ابو احمد فاروثی واسطی اور شیخ امام معمر محمد بن عبد السمیع ہاشمی واسطی دونوں نے بیان کیا کہ سید احمد کے جد امجد سید یحیی رفاعی حسینی پہلے شخص ہیں جو اس خانوادے سے عراق میں آئے، وہ بلاد مغرب سے ۴۵۰ء میں بصرہ پہنچے۔ زہد و ورع، علو ہمت، کمال معرفت اور ولایت کبری میں ان کی شہرت عام ہوگئی۔ پھر ایک مدت کے بعد ایک شریف النسب پاک دامن خاتون علم انصاریہ سے نکاح کیا، ان سے سید علی ابوالحسن تولد ہوئے جو سید احمد کبیر کے والد ماجد ہیں۔ جب سید علی بڑے ہوگئے تو بطائح آئے اور ام عبیدہ میں سکونت اختیار کرلی اور اپنے ماموں کی دختر نیک اختر شیخ الشیوخ، باز اشہب منصور بطائحی ربانی کی ہمشیرہ فاطمہ بنت شیخ الامام یحیی نجاری سے نکاح کیا۔ ان کا نسب مشہور صحابی رسول سیدنا خالد ابو ایوب انصاری نجاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت فاطمہ کے بطن سے علی بن حسین کی کئی اولادیں ہوئیں جن میں سب سے عظیم المرتبت سیدنا احمد رفاعی الکبیر کی ذات مقدسہ ہے۔

ولادت آپ کی ولادت باسعادت ۵۱۲ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ اپنے ماموں جان کے زیر سایہ پروان چڑھے ، انہوں نے خوب اچھی تربیت وتہذیب سے نوازا، آپ نے انھیں سے طریقت وتصوف کا درس لیا، خرقہ پہنا، علوم شرعیہ بھی انھیں سے حاصل کیے۔ شیخ ابو الفضل علی واسطی معروف بہ ابن القاری اور واسط کے بڑے بڑے علما، جن میں آپ کے ماموں صوفی جلیل، شیخ وقت، سلطان العلماء والعارفین شیخ ابوبکر واسطی برادر شیخ منصور بھی شامل ہیں، ان سب سے علم فقہ میں کمال حاصل کیا۔

علمی مقام: شرعی علوم وفنون کے ماہرین ائمہ وفقہا اور سلاطین وخلفا کے نزدیک آپ یگانہ روزگار تھے۔ اس پر اکابر کا اجماع ہے۔ موافق ومخالف ہر ایک نے آپ کے معاصرین پر آپ کے تقدم کا قول کیا ہے۔ آپ کے علو مرتبت، رفعت شان، اخلاق کریمانہ، قطبیت کبری، اور غوثیت عظمی کے مرتبے پر ترقی پر حجاز اور شام کی مقدس سرزمین کے اعیان کا اتفاق ہے۔ سیر وسلوک میں آپ کے معاصرین آپ کے مرتبے کی حد سمجھنے سے عاجز ہیں، خواص وعوام سب اس کے معترف ہیں۔

شیخ منصور اپنے بارے میں فرماتے ہیں: اپنے تمام اصحاب بلکہ خود کے ساتھ ان کا موازنہ کیا تو یہ ہم سب پر راجح وفائق رہے۔ ان کے مرتبے کی بلندی کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے من جملہ اصحاب میں شیخ حماد دباس بغدادی بھی شامل ہیں، جو شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ عثمان بطائحی، شیخ خمیس، شیخ مکی طستانی وغیرہ کے اجل مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ شیخ منصور نے اپنی ذات کو بھی انہیں میں شامل کیا۔

شیخ فیروز آبادی کا یہ شعر مجھے بہت پسند آتا ہے:۔

اذا حسب الرجال فانت حذب　　　ابا العالمین انت الفرد لکن

شیخ عبدالکریم قزوینی مزید تحریر کرتے ہیں:

شیخ امام ابو شجاع شافعی نے ایک روایت بیان کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ علم شامخ، جبل راسخ، محدث، فقیہ، مفسر، اور روایات عالیہ، و اجازات رفیعہ والے، عالم جلیل، عمدہ قاری و حافظ، حجت، دینی علوم میں دسترس رکھنے والے، اہل ایمان کے لیے نرم، گمراہوں پر سخت، نرم اخلاق، بلند کردار، ہشاش بشاش، خوب صورت، اخلاق کریمانہ کے پیکر اور ایسے شیریں مقال اور حسن معاشرت والے ہیں کہ ان کا ہم نشیں ان کی صحبت سے اکتاتا نہیں، اور سوائے عبادت کے ان کی مجالس سے روگردانی نہ کرتا۔ وہ تکلیفیں برداشت کرنے والے، وعدہ کے پکے، ناپسندیدہ اطوار پر صابر، بغیر اسراف کے سخاوت کرنے والے، ذلت کے بغیر تواضع اختیار کرنے والے، بغیر کینہ کے غصہ کو پی جانے والے، اپنے معاصرین میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سب سے بڑے عالم اور عامل، شریعت کے بحر ذخار، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار، اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے وارث تھے۔

ہمارے شیخ امام حافظ کبیر عزالدین احمد فاروثی اپنے ایک رسالہ: النفخۃ المسکیہ فی السلاسل الرفاعیہ الزکیہ: میں سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے تعلق کے بارے میں رقم طراز ہیں:

تعین ان مرکزہ السماء　　　متی ما قیل نجم الصبح حیا

مطلب یہ ہے کہ جب تم سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کا نام لے لو تو یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بڑی جلالت شان والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق و مغرب، عرب و عجم، تمام آباد شہروں اور دیہاتوں میں آپ کی شہرت کا ڈنکا بج رہا ہے۔

پھر فرمایا: یہ امر آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ مشہور و معروف ہے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے واضح محمدی نسبت اور مسلسل حسینی تعلق جملہ اطراف واکناف میں بطور تواتر ثابت ہے۔ اور میں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

فلیس یصح فی الاذھان شیي　　　اذا احتاج النهار الی دلیل

اگر دن کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کی حاجت ہو تو ذہن و فکر میں کوئی چیز درست نہیں ہو سکتی۔

آپ کی شخصیت کا حال یہ ہے خود عرب و عجم کے آقا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے تعلق و نسب کی شہادت عطا فرمائی۔ چناں چہ جس وقت آپ نے حج ادا فرمایا۔ حجرہ مقدسہ کے بہ مقابل کھڑے ہو گئے اور یوں عرض گزار ہوئے

السلام علیك یاجدی! داداجان آپ پر سلامتی ہو۔

حضور علیہ الصلاہ والسلام نے جواب میں فرمایا: و علیك السلام یا ولدی۔

میرے فرزند تجھ پر بھی سلامتی ہو۔

اس عطائے کریمانہ پر آپ جھوم اٹھے اور حالت وجد میں یوں گنگنانے لگے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها　　　تقبل الارض عنی و ھی نائبتی
و ھذه دولة الاشباح قد حضرت　　　فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

یارسول اللہ ﷺ مسافت کی دوری کی صورت میں میں اپنی روح کو آپ کی بارگاہ میں اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا تاکہ وہ میری جانب سے اس پاک سرزمین کا بوسہ لے۔

اب تو یہ سراپا، بارگاہ میں حاضر خدمت ہے، آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ اس کا بوسہ لے کر شاد کام ہو سکیں۔

چناں چہ قبر انور شق ہو گئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے قبر مبارک سے اپنا دست

اقدس بڑھادیا، تقریباً ۹۰ ہزار لوگوں کی موجودگی میں آپ نے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ کو دیکھ رہے تھے اور گفتگو سماعت کر رہے تھے

میرے والد عزالدین عمر فاروثی قدس سرہ (جو اس سال کے حاجیوں میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا۔ اور فرمایا کہ اس وقت زائرین میں سے شیخ جلوہ بن قیس حرانی، شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی، شیخ عدی شامی موجود تھے ان سب نے اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور بحمدہ تعالی میں نے ایسے ۵ لوگوں کو پایا جو اس سال کے حج سے مشرف ہوئے اور اس کریمانہ دیدار سے مشرف ہوئے۔ نفعنا الله بهم۔

شیخ ابو منصور بطائحی ربانی سے سند صحیح سے روایت ہے کہ انہوں نے خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کی، حضور نے فرمایا: اے منصور خوش خبری ہو، اللہ تعالی ۴۰ دن بعد تیری ہمشیرہ کو ایک بیٹا عطا فرمائے گا، جس کا نام احمد رفاعی ہو گا۔ جیسے میں انبیا کا سردار ہوں اسی طرح وہ اولیا کا سردار ہو گا۔ جب وہ سن شعور کو پہنچ جائے تو اسے شیخ علی قاری واسطی کے پاس لے جانا اور اسے ہبہ کر دینا تاکہ اس کی تربیت کرے؛ کیوں کہ یہ شخص اللہ کو پیارا ہے، اس سے غفلت نہ کرنا۔ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے حکم کی مکمل تابعداری ہوگی۔ چناں چہ اللہ کے رسول علیہ الصلاہ والسلام نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

اکابر اولیا نے بھی آپ کی ولادت سے برسوں پہلے آپ کی آمد کی بشارت دی ہے، بزرگ ترین صوفیہ آپ کے ظہور کے منتظر تھے؛ انھوں نے اپنے دینی بھائیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر ان کے زمانے میں موجود ہوں اور ان سے ملاقات ہو تو ان کے حق حرمت اور عظمت شان کو پہچانیں۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ صاحب وقت و زبان ہوں گے۔ تاقیامت ان کی اور ان کے آل کی حکومت ہوگی۔ یہ بھی کہا کہ جب ان کا ظہور ہو گا تو صالحین کے دروازے بند کر

دیے جائیں گے، وقت ان کا اور ان کی آل کا ہوگا، ان کی حکومت اور تصرف کا حال یہ ہوگا کہ باپوں کی پشتوں مین موجود ذریت کی پیشانیوں میں اپنی مہر لگائیں گے اور ایسا راستہ اپنائیں گے جس پر ان سے پہلے کوئی چل سکا نہ چل سکے گا اور وہ عاجزی، انکسار، فقر، مسکنت، خضوع، اور حیرت کا راستہ ہے۔ اللہ تعالی کی جانب جانے والے راستوں میں اس سے زیادہ عظمت والا اور دشوار گزار دوسرا کوئی راستہ نہیں۔

صحیح ثابت سندوں کے ساتھ جن بزرگوں نے آپ کی آمد کی بشارت دی ان میں شیخ کبیر، تاج العارفین، ابوالوفا، شیخ احمد کنزالعارفین زاہد۔ شیخ نصرت ہمانی۔ شیخ احمد بن خمیس۔ شیخ ابوبکر نجاری انصاری۔ شیخ منصور بطائحی ربانی وغیرہ اولیاے کرام شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابھی جن بزرگوں کا ذکر ہوا یہ بڑے پائے کے اولیاء اللہ ہیں، جن کے فضائل سے اوراق پر ہیں اور اطراف عالم میں جن کی خوب شہرت ہے۔ اہل ولایت کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ شیخ احمد رفاعی کا مرتبہ غوثیت اور سلطنت سے بڑھ کر ہے۔ اور بارگاہ خدا میں آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہے جس تک آپ کے ہم عصروں میں سے کوئی نہیں پہنچ سکا۔ قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ یعقوبی وغیرہ اپنے وقت کے جلیل الشان شخصیات نے آپ کے بارے میں فرمایا:۔ آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ جس کی تعریف و تحدید نہیں کی جاسکتی اور نہ کوئی ان کے رتبے تک پہنچ سکتا ہے۔

حسن اخلاق: اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ آپ اصل تخلیق، حال اور اخلاق کے اعلی معیار پر فائز ہیں۔ آپ کے اخلاق سنت محمدیہ اور مشرب حالت نبویہ ہے، صحابہ کرام اور ائمہ اطہار کے بعد کوئی شخص آپ کے صفاے قلب، زہد صادق، تواضع وانکسار، حیرت وفقر کے رتبے کو نہیں پہنچ سکا۔ اپنے معاصرین کے جملہ اخلاق و عبادات کے جامع تھے، کوئی دوسرا آپ کے تمام اخلاق و عبادات تک نہیں پہنچ سکا۔ آپ ان کے تمام فضائل و کرامات کے مجمع

تھے، جب کہ وہ آپ کی جملہ کرامات و مناقب کی انتہا کو نہ پا سکے۔ تو حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے ان کا متبع بنا کر ہم پر احسان فرمایا، اور ہمیں ان کا تابعدار بنایا۔

نکاح اور اولاد: شیخ فاروثی قدس سرہ مزید فرماتے ہیں: معلوم رہے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ نے ابتدا میں حضرت صالحہ خدیجہ بنت ابوبکر برادر شیخ منصور ربانی بن حضرت یحیی نجاری سے عقد فرمایا، ان کے بطن اطہر سے سیدہ فاطمہ، سیدہ زینب، تولد ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کی ہمشیرہ صالحہ، زاہدہ، عابدہ رابعہ سے نکاح ہوا، ان سے سید صالح پیدا ہوئے اور اپنے والد کی حیات میں ہی فوت ہو گئے۔ انھوں نے کسی سے نکاح نہیں کیا تھا اپنے نانا حضرت یحیی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ کا عقد اپنے بھانجے اور چچا زاد بھائی کے فرزند سید علی مہذب الدولہ بن عثمان سے کیا۔ آپ اپنے وقت کے شیخ، قطب زمانہ اور اللہ کے مقدس ولی ہیں۔ سیدہ فاطمہ کے بطن سے استاذ اکبر پیدا ہوئے، غوث زمانہ، معدن کرم، عظیم الہمت، قطب ربانی ابو الفقراء، سید محی الدین ابراہیم الاعذب رضی اللہ عنہ اور سید نجم الدین احمد الاخضر۔ یہاں تک کہ سیدہ کا بھی وصال ہو گیا۔

پھر آپ نے حضرت نفیسہ قاسمیہ بنت محمد سے عقد فرمایا۔ ان سے سید اسماعیل، سید عثمان، سیدہ عائشہ، سیدہ زینب، سیدہ خدیجہ، اور سیدہ فاطمہ کا جنم ہوا۔ ان سب کی اولادیں مشہور و معروف ہیں۔

سیدہ زینب بنت سید احمد کبیر کا عقد حضرت کے بھانجے اور چچا زاد بھائی کے صاحب زادے ممہد الدولہ سید عبد الرحیم بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ آپ شرف وبندگی کے جامع، حسن اخلاق کے پیکر اور قلب سلیم کے مالک تھے۔ ان سے سید شمس الدین محمد، سید قطب الدین احمد، سید ابو الحسن علی، سید عز الدین احمد، سید احمد ابو القاسم، سید ابو الحسن،

سیدہ عائشہ، سیدہ فاطمہ کل آٹھ اولادیں ہوئیں ۶ مذکر اور ۲ مونث۔ کمافی التریاق۔

سید شمس الدین محمد کا عقد سیدہ خدیجہ بنت سید علی بن عثمان سے ہوا۔ ان کے بطن سے سید احمد کا تولد ہوا، پھر انہوں نے بھی نکاح کیا، آپ کی اولاد میں سید ابو القاسم، سیدہ خدیجہ، سید عبداللہ ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف اولاد ہیں۔

سید قطب الدین احمد بن سیدہ زینب نے بھی عقد کیا اور سید نجم الدین یحیی اور سیدہ فاطمہ کو بطور یادگار چھوڑا۔ یہ دونوں بھی صاحب اولاد ہیں۔

سیدہ زینب کے تیسرے صاحب زادے سید ابو الحسن علی، ملقب بہ عبدالمحسن کی نسل پاک سے سید شرف الدین ابو بکر، سید علی ابو الحسن، اور سیدہ عابدہ ہیں۔ سید ابو بکر سے سید احمد، اور سید احمد سے ابو الفضائل سید علی کا تولد ہوا۔

سید علی ابو الحسن بن سید عبدالمحسن ابو الحسن علی نے بصرہ کے اطراف میں حریر نامی بستی میں سکونت اختیار کی، پھر ملک شام کی طرف ہجرت کی اور وہیں نکاح کیا۔ آپ کی متعدّد اولاد ہیں اور آپ کی صحبت بابرکت سے بشمول شیخ علی ابو محمد حریری بن ابو الحسن بن منصور مروزی، ایک جم غفیر نے استفادہ کیا۔ رحمھم اللہ

میں کہتا ہوں: شیخ ابن منصور بہت شان والے بزرگ ہیں حالت سکر نے ان پر غلبہ کیا، جس کے سبب اپنی زبان پر کنٹرول نہ رکھ سکے۔ اسی لیے ان کے بارے میں بہت سی باتیں کہی گئیں۔

سیدہ زینب کے چوتھے صاحب زادے مولانا سید عزالدین احمد صغیر کی نسل سے سید سیف الدین عثمان پیدا ہوئے، ان کی کوئی اولاد نہیں۔ سیدہ زینب کے پانچویں صاحب زادے سید ابو القاسم عزالدین احمد کبیر، ملقب بہ صیاد نے عراق سے حجاز کی جانب ہجرت فرمائی، پھر وہاں سے یمن اور مصر گئے اور مصر میں ہی الملک الافضل کے خاندان میں عقد کیا،

جن سے سید علی تولد ہوئے، انہیں ان کے ماموؤں کے پاس چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ بار بار ہجرت کا سبب شہرت وناموری سے بچنا تھا، تاکہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اخیر میں حلب کے مضافات معرۃ النعمان کے اطراف میں ایک بستی متکین کو اپنا مسکن بنایا اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ قبل وفات وہیں نکاح بھی کیا، سید موسی کبیر، سید صدرالدین علی، سید شمس الدین محمد اور سید احمد ابوبکر کو بطور یادگار چھوڑا۔ عراق میں بھی آپ نے ایک صاحب زادے کو چھوڑا جن کا نام سید عبدالرحیم ہے۔

سید احمد عزالدین ابوالقاسم صیاد نے بڑی شہرت پائی۔ ملک شام میں انہیں ابوعلی کہا جاتا اور یمن مین ابوالخیر کے نام سے پکارے جاتے۔ آپ کے جد امجد نے آپ کو اپنے ہاتھ میں اٹھایا، آپ کی عظمت شان بیان کی، اور بشارت کے ساتھ خوب تعریف کی اور آپ کے بارے میں فرمایا، ان کے لیے عظیم الشان سلطنت ہوگی، اور شیران کی زیارت کو آئیں گے۔

سیدہ زینب کے چھٹے صاحب زادے سید محمد ابوالحسن نے ام عبید میں ہی نکاح کیا، امام وقت سید شمس الدین محمد آپ کی یادگار ہیں۔ پھر سید شمس الدین نے شیخ جلیل سید تاج الدین اور سید احمد ابوالحسن کے بطور یادگار چھوڑا، ان میں سے ہر ایک کی نیک اور پارسا اولاد ہیں، جو اس درخت کے مانند ہیں جس کی جڑ ثابت اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ ان میں اکابر اقطاب اور اولیاے کرام ہوئے۔ رضی اللہ عنہم وعنا بہم۔ آمین

یہ میں نے خانوادہ رفاعیہ کا ایک خلاصہ پیش کیا ہے، جن کی نسبت سیدنا ومولانا سید احمد کبیر کی جانب آپ کی دونوں شریف زادیوں کے توسط سے ہے، جن صاحب زادیوں کا عقد آپ کے بھانجوں اور چچا زاد بھتیجوں سے ہوا تھا۔ کتنی بلند وبالا نسبت ہے جو ہر جانب سے رسول عظیم، نبی کریم علیہ افضل الصلاہ والتسلیم تک پہنچتی ہے، ان کی اولاد صاف ستھری ہیں اور اصول وآبا بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

نسب كان عليه من شمس الضحى　　　نورا ومن فلق الصباح عمودا

ایسا پاکیزہ نسب جس پر چاشت کے وقت کا سورج روشنی بکھیر رہا تھا اور صبح کی روشنی اس کا ستون ہے۔

فائدہ: شریف کبیر علی ابو محمد بن شریف حسن حسینی والی مدینہ منورہ (رحمہ اللہ ونفعنا بہ و باسلافہ الطاہرین) اپنی کتاب البھجۃ الصغری (جسے آپ نے سید احمد کبیر رفاعی کے مناقب میں تالیف کی ہے) کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں:

مجھ سے میرے والد گرامی تاج الاشراف، امیر مدینہ منورہ، شریف کبیر، حسن بن محمد حسینی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ واسط عراق کی ایک بستی ام عبیدہ میں ایک عربی شخص کا ظہور ہوا، لوگ شریعت و حقیقت میں اس کے اقوال و کرامات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، وہ ذات کرامات، عنایات، اور برکات میں بہت مشہور ہوئی، جلیل القدر سادات نے ان کی ولایت کا اقرار کیا، اہل علم و صلاح اس کے اپنے زمانے مین یگانہ ہونے پر متفق ہیں۔ میں نے لوگوں سے اس شخصیت کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک عربی نزاد شخص ہے، بنی رفاعہ کے بطن سے تعلق رکھتا ہے، اس کا نام احمد بن ابوالحسن رفاعی ہے۔ یہ امر مجھ پر گراں گزرا، میں نے دل میں سوچا کہ یہ تو عجیب بات ہے کیوں کہ جو فتح ان سے ہم تک پہنچی ہے وہ اہل بیت کے ہی وسیلے سے پہنچی ہے، اولیاے کرام میں سے جو لوگ اس فتح کے ادنی درجے کو پہنچے وہ بھی اہل بیت نبوت کے توسط، ان کی خدمت اور نسبت سے ہی پہنچ سکے، جس سے انہیں عظیم الشان فتح و برکت حاصل ہوئی؛ مثلا حضرت ابراہیم بن ادہم؛ ابو یزید بسطامی وغیرہ اولیائے کرام اور اس شخص کو ہم پہچانتے ہیں نہ وہ ہمیں پہچانتا ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کے اسرار و رموز ہمارے اسرار و رموز جیسے ہیں۔ جب اس شخص کا تذکرہ ہمارے سامنے کیا جاتا ہے تو ہمارے دل اس کی جانب جھکے جاتے ہیں اور ہمارا خون حرکت میں آجاتا ہے۔ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ

ان غاب عنك الآن اصل الفتی ففعله کاف عن البحث

اگر تم ابھی نوجوان کی اصل سے ناآشنا ہو تو اس کا کارنامہ بحث کے لیے کافی ہے۔

جب اس فکر نے مجھ پر غلبہ کیا تو میں نے اس کے پاس ایک مکتوب تحریر کیا۔ جس کے ذریعہ انھیں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق دلایا۔ اصل مقصد ان کے حقیقت حال سے باخبر ہونا تھا۔ جب ان تک خط پہنچا تو انہوں نے جواب تحریر کیا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ سال آئندہ فریضہ حج کی ادائیگی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ ہے۔ یہی ہوا۔ آنے والے سال ۵۵۰ھ میں وہ حجاز تشریف لائے، فریضہ حج ادا کیا اور پھر مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کے ہمراہ، فقرائے طریقت اور محبین کی ایک لمبی جماعت تھی جن کا شمار ممکن نہیں۔ شام حجاز، یمن اور بلاد مغرب کے بہت سے لوگ ان کے ہمراہ ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ مدینہ آنے والوں کی تعداد ۹۰ ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ اس مبارک قافلے میں شیخ عدی بن مسافر شامی، شیخ احمد زعفرانی واسطی، شیخ حیاہ بن قیس حرانی، شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی، شیخ عبد الرزاق بن احمد حسینی واسطی، شیخ کنز العارفین احمد زاہد انصاری بن شیخ منصور بطائحی ربانی کے علاوہ اکابر اولیاے عصر کی ایک لمبی جماعت تھی۔ جب آپ حرم نبوی شریف میں پہنچے تو حجرہ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو گئے، حرم مبارک کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، زائرین اور اکابر دین آپ کے پیچھے صف باندھے کھڑے تھے، آپ کے متبعین میں سے شیخ یعقوب بن کراز عبیدوی، امام شیخ عمر ابوالفرج فاروثی واسطی، شیخ عبدالسمیع ہاشمی عباسی، آپ سے سب سے قریب تھے، یہ واقعہ بروز جمعرات بعد عصر کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے عرض کیا۔ السلام علیک یا جدی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی قبر انور سے جواب دیا، وعلیک السلام یا ولدی۔ اسے تمام حاضرین نے سنا۔ جب اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے برملا سلام کے جواب کے ذریعہ آپ پر احسان فرمایا تو سید احمد رفاعی وجد میں آ گئے۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور رنگ زرد پڑ گیا، بے اختیار آہ و بکا کرنے لگے، گھٹنوں کے بل جھک کر کراہنے

لگے۔ پھر کھڑے ہو کر عرض کیا: اے میرے جد کریم:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها　　تقبل الارض عنی و ھی نائبتی
وھذہ دولة الاشباح قد حضرت　　فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی

قبر انور شق ہو گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کے لیے اپنا دست اقدس باہر نکال دیا، آپ نے اسے بوسہ دیا اور تمام لوگ مشاہدہ کر رہے تھے۔ لوگوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آجائے گی۔ میں حرم نبوی کے مغربی جانب کھڑا تھا، حجرہ نبویہ سے دوری کے باوجود ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مارے گھبراہٹ کے میں وفات پا جاوں گا۔ خدا کی قسم، جب دست اقدس قبر سے باہر ہوا تو میں نے اسے صیقل شدہ یمنی تلوار کی طرح چمکتے دیکھا۔

قاضی شریف نمیلہ حسینی نے مجھے خبر دی (وہ ایک ثقہ شخص ہیں) کہ جس وقت آپ کا دست اقدس سید احمد کبیر کے ہاتھ میں تھا، انہوں نے خود نبی کریم ﷺ کا کلام مبارک سماعت کیا۔ حضور فرما رہے تھے: منبر پر چڑھو، سیاہ لباس زیب تن کرو اور لوگوں کے سامنے وعظ کہو؛ اس لیے کہ اللہ تعالی تمھاری بدولت آسمان اور زمین والوں کو نفع دے گا اور یہ بیعت تمھارے لیے اور تمھاری قیامت تک آنے والی ذریت کے لیے ہے۔

سید نمیلہ حسینی نے مجھ سے مزید یہ بھی فرمایا: میں نے دست انور اور مبارک کلائی کی زیارت کی جو نور سے معمور تھا، ہتھیلی مبارک لمبی دراز انگلیوں والی تھی جو چمکتے بجلی سے زیادہ بارونق تھی۔ اس وقت حرم نبوی میں جو بھی حاضر تھے سب کا بیان ایسا ہی تھا۔

جب سید احمد کبیر کے روضہ انور سے واپسی کا وقت قریب ہوا تو حرم نبوی کے دروازے پر لیٹ گئے اور لوگوں سے بطور تواضع و انکسار یہ مطالبہ کیا کہ آپ کی گردن کو اپنے پیروں سے روندیں۔ عام لوگ تو آپ کی گردن مبارک سے ہو کر گزرے، البتہ خواص دوسرے دروازوں سے واپس ہوئے۔ پھر دوسرے دن میں نے انہیں اپنے یہاں دعوت

دی، میری نظر میں آپ کی شان بہت بلند ہو چکی تھی۔ آپ تشریف لائے۔ پھر جب آرام سے بیٹھ گئے تو میری جانب متوجہ ہوئے اور میرے دل میں جو کچھ خیالات تھے ان کو اجاگر کرتے ہوئے گویا ہوئے: اے شریف، کیا تمہیں اپنے بھتیجے کے معاملے میں کوئی شک ہے؟ میں نے عرض کیا، حضور ہمارے جد امجد ﷺ نے ہمیں ظاہر پر حکم لگانے کا حکم دیا۔ اور باطن کو اللہ خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ اچھا جو پوچھنا چاہو، دریافت کر لو۔ میں نے عرض کیا: حضور، آپ کا تعلق قبیلہ عرب کے کس بطن اور جماعت سے ہے؟ اپنی نسبت کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ نے اپنے احباب کو حکم دیا تو ایک صحیفہ لایا گیا، جس میں آپ کا مبارک نسب درج تھا، اور اس پر علما، اشراف، سادات، امرا اور مغرب و عراق و حجاز کے سلاطین کی مہریں ثبت تھی، شجرے کی ترتیب کے مطابق نیچے آپ کا نام نامی درج تھا، ہم نے حرم نبوی میں اسے پڑھا اور ہزاروں مسلمانوں نے اس مضمون کی صداقت پر گواہی دی۔ شجرہ شریف کا مضمون اس بات پر دال ہے کہ اس کی ایک نقل بنی ہاشم کے حکم سے کعبہ میں معلق ہے۔ اس کی ایک دوسری کاپی مدینہ منورہ کے امرائے آل عبید اللہ الاعرج حسینی کے خزانے میں موجود ہے۔ میں اس بات پر اللہ کی حمد بجالایا کہ اس نے آپ کی معرفت فرما کر مجھ پر احسان فرمایا۔ اور مجھے ان کے چاہنے والوں میں سے بنایا۔ انہوں نے مجھ سے عہد میثاق لیا، اور اپنے مبارک طریقت کو مجھ پر لازم فرمایا۔ اللہ تعالی مجھے اور تمام مسلمانوں کو آپ سے نفع پہنچائے۔

امام رفاعی اپنے زمانے کے اہل شریعت و طریقت کے سردار اور امام وقت ہیں۔ آپ کا نسب حسینی ہے اور قدم و مشرب محمدی۔ مکارم اخلاق آپ پر تمام ہو جاتے ہیں۔ آپ کے خلفا اور خلفا کے خلفا کی تعداد ایک لاکھ ۸۰ ہزار تک پہنچتی ہے۔ شیخ عبد اللہ ابو الحسن بغدادی، شیخ فضل بطائحی، شیخ یوسف حسینی سمرقندی، شیخ ابو حامد ولی بن نعیم بغدادی، شیخ حیوہ بن قیس حرانی، شیخ عمر ہروی انصاری، شیخ ابو شجاع فقیہ شافعی، شیخ عمر فاروثی، شیخ جمال الدین خطیب

بغدادی، اور زمانے کے بہت سے مخلصین آپ کے خلفا میں شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

حسب و نسب: سید احمد، بن سید علی ابو الحسن دفین بغداد، بن سید یحیی نزیل بصرہ (جو بلاد مغرب سے تشریف لائے) بن سید ثابت، بن سید حازم، بن سید احمد، بن سید علی، بن سید ابو المکارم رفاعہ حسن مکی نزیل اشبیلیہ، بن سید ابو القاسم محمد، بن سید ابو الحسن رئیس بغداد، بن سید حسین رضی محدث، بن سید احمد اکبر، بن سید ابو سبحہ موسی ثانی، بن امیر کبیر ابراہیم مرتضی، بن امام موسی کاظم، بن امام جعفر صادق، بن امام محمد باقر، بن امام زین العابدین علی، بن سبط نبی امام حسین، بن امیر المومنین امام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

سید احمد رضی اللہ عنہ کا مادری سلسلہ نسب امام حسن، سیدنا ابو بکر صدیق، اور سیدنا خالد ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے۔ امام جمال الدین حدادی، خطیب اونیہ نے اپنے درج ذیل اشعار میں ان سب کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

تَسَنَّمْ مِن سَنامِ الكَوكَبَينِ　　　علاك مكانةً في البرزَخَينِ

(۱) آپ کی ذات آفتاب و ماہتاب سے بھی بلند ہے۔ دونوں جہان میں آپ رفیع المرتبت ہیں۔

إذا فَخَرَتْ رجالُ بني رِجالٍ　　　فأنتَ القرمُ فخرُ بني الحُسَينِ

(۲) جب کسی قوم کے لوگ اپنے نسب پر فخر کریں تو آپ آقا اور فخر بنی حسین ہیں۔

أبو العَلَمَينِ والأعلامُ دانَتْ　　　لِمجدِكَ يا سِراجَ الحضرتَينِ

(۳) اے جن و انس کے چراغ، آپ ایسے صاحب عظمت ہیں کہ بڑے بڑے پہاڑ آپ کے رتبے کے سامنے کمتر ہیں۔

وسَّدتَ اليومَ أهلَ الأرضِ طُرّا　　　وقد طاولتَ ريف الرفرَفَينِ

(۴) اس دور میں آپ جملہ اہل زمیں کے ملجا و ماوی ہیں۔ آپ کی قدرت، رفرف کی

رفتار سے تیز ہے۔

لكَ العليا ارتفِعْ يا ابنَ الرفاعي　　فأنتَ زعيمُ شُمِّ الأبطحَينِ

(۵)اے ابن رفاعی، آپ کا رتبہ کس قدر بلند وبالا ہے۔آپ اہل حجاز کی عظمتوں کے نشان ہیں۔

سَبَرْتَ المشرِقَينِ هُدى وفضلا　　أضاءَ كِلاهُما في المغرِبَينِ

(٦)مشرق ومغرب کوآپ نے فضل وہدایت سے بھر دیا۔ان دونوں نے مشرق و مغرب میں خوب اجالا کیا۔

وبيَّضتَ القُلوبَ بصُبحِ رشدٍ　　تبجّحَ من سوادِ المقلَتَينِ

(۷)رشد وہدایت کی روشنی سے آپ نے دلوں کو منور کر دیا، جو آنکھوں کی پتلیوں کی طرح واضح ہے۔

أغوثُ الخافِقَينِ فدتكَ روحي　　نعم وأنا رقيقكُ قبلَ عَينِ

(۸)اے غوث زمانہ، میری روح آپ پر فدا ہو۔جی ہاں، میں آپ کا ایک ادنی غلام ہوں۔

بك انشرح الصدورُ ولا عجيبٌ　　لأن أباكَ روحُ النشأتَينِ

(۹)آپ کے سبب سینے کھل گئے اور دل روشن ہو گئے، اور اس میں حیرت کیا؟ جب کہ آپ کے جد امجد روح کائنات ہیں۔

ورثتَ وصيَّةَ الطُهرينِ فينا　　وقد حلَّيتَ رمز القبضتَينِ

(۱۰)ہمارے درمیان نیکوں کی وصیت کے وارث ہوئے، آپ نے دونوں قبضوں کے راز کو مزین کر دیا۔

وعامُكَ مُلتقى البحرين هذا　　لبِستَ به طِرازَ الدولتَينِ

(۱۱)آپ کا یہ سال دو سمندروں کے ملنے کی جگہ ہے۔اس کے ذریعہ آپ نے دونوں حکومتوں کے طور طریقے ملبوس فرمائے۔

وقفتَ بقُبَّةِ المُختارِ ترجو　　　تجاه القبرِ لثمَ الراحتَينِ

(۱۲) مختار کائنات کے در پر قبر انور کے بہ مقابل دست اقدس کو بوسہ دینے کے لیے آپ کھڑے ہو گئے۔

فمدَّ لك اليمينُ لدى أُلُوفٍ　　　رآها كُلُّهم عَيناً بعَينِ

(۱۳) تو اس ذات اقدس نے ہزاروں کے سامنے آپ کے لیے اپنا دست راست بڑھا دیا، یہ منظر سب نے اپنے ماتھوں کی نگاہوں سے ملاحظہ کیا۔

غُبِطْتَ وأنتَ مَوصولُ الأماني　　　برَومِكَ غير مَرميٍّ بعَينِ

(۱۴) آپ کی ذات لائق رشک ہے، آپ اپنی آرزوؤں کو پالنے والے ہیں کسی پر رشک کیے بغیر۔

وقُمتَ على المَحجَّةِ بانكسارٍ　　　و ذُلٍّ بعدَ نيلِ العِزَّتَينِ

(۱۵) عجز و انکسار کے ساتھ دونوں جہان کی عزتوں سے سرفراز ہونے کے بعد آپ حجت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

وحفَّتْكَ العِنايةُ من يمينٍ　　　لها تبعت فيوضُ الصاحبَينِ

(۱۶) توجہ خاص نے آپ کا احاطہ کر لیا (ڈھانپ لیا) صاحبین کے فیوض و برکات آپ پر پے در پے آنے لگے۔

بهِجتَ بمرطِها من غيرِ نَدٍّ　　　ولم تلوي إلى ورقٍ وعَينِ

(۱۷) بغیر کسی مقابل کے آپ اس سے بارونق ہو گئے۔ آپ نے کسی ورق یا آنکھ کا سہارا نہ لیا۔

ورُحتَ من العراقِ على يقينٍ　　　بنيلكَ فضلَ مولى العالمِينِ

(۱۸) اس یقین کے ساتھ عراق سے کوچ فرمایا کہ دونوں جہان کے آقا کے فضل و کرم سے شاد کام ہوں گے۔

وعُدْتَ مِنَ الحِجازِ أمينَ عهدِ　　　النبيِّ على طوى عقدِ اليدَينِ

(۱۹)حجاز مقدس سے اس حال میں آپ واپس ہوئے کہ دونوں ہاتھوں کی بیعت کے ساتھ آپ نبی کریم کے عہد و پیمان کے امین بن گئے۔

وسِرْتَ وفي رِكابِكَ كلُّ قُطبٍ　　　ودون سناكَ قُطبُ النيّرَينِ

(۲۰)آپ اس شان کے ساتھ چلے کہ آپ کے جلو میں تمام اقطاب چل رہے تھے۔ چانداور سورج کا قطب بھی آپ کے رتبے کے سامنے ہیچ ہے۔

وعنكَ انحطَّ يافوخُ المعالي　　　كما بك طالَ مجدُ العنصُرَينِ

(۲۱)بلندیاں آپ کے رتبے کے سامنے کمتر ہیں جیسا کہ دونوں عناصر کی بزرگی و شرف آپ کے سبب طویل ہے۔

أبوكَ السيد العلويُّ تاجُ　　　العشيرةِ يعربيُّ الدوحتَينِ

(۲۲)آپ کے والد گرامی سید علوی ہیں، جو قبیلے کے تاج عربی النسل ہیں۔

وأمُّكَ زانها الأنصارُ كرشى　　　ببُردٍ من إمامِ القِبلتَينِ

(۲۳)آپ کی والدہ مکرمہ کو انصار کی زینت حاصل ہے جسے امام قبلتین ﷺ نے پہنایا تھا۔

نماها الأنجبُونَ وكلُّ شيخٍ　　　أقام قنى الثنا في الأبرَقَينِ

(۲۴)ان کی نشو نما شرفا کے درمیان ہوئی تھی، اور ہر شیخ نے دونوں چمکتے ستاروں کی تعریف میں نیزے گاڑ دیئے۔

نحت من أمها العرج الأعالي　　　صدورُ صديرها والجانبَينِ

(۲۵)

جحاجحةُ العراقِ بني حُسينٍ　　　ويفخرُ مُخول ببني حُسَينِ

(۲۶)آل حسین عراق کے سردار اور بنی حسین کے فخر ہیں۔

وخالُكَ شيخُنا المنصورُ ربُّ　　　الخوارِقِ روحُ جِسمِ المشرِقَينِ

(۲۷)آپ کے ماموں شیخ منصور ہیں، جو صاحب کرامات اور مشرق و مغرب کے

بدن کی روح ہیں۔

فَلِلحسنَينِ والأنصارِ تُعزى   بوالدةٍ و عِرقِ اليحيوَينِ

(۲۸) والدہ کی جانب سے آپ کی نسبت امام حسن، امام حسین اور انصار کی جانب منسوب کی جاتی ہے آپ دونوں یحیی کی شاخ ہیں۔

وُرحتَ بصادقِ الأقوالِ تنمی   إلى الصدِّيقِ جَدُّكَ مرَّتَينِ

(۲۹) سچوں کے درمیان آپ نے نشوونما پائی، اور اپنے جد امجد سیدنا صدیق اکبر کی جانب آپ کی دوہری نسبت ہے۔

وأنتَ اليومَ جاذبةُ التجلِّي   ومقبولُ الرجا في الساحتَينِ

(۳۰) آج آپ صاحب تجلی ہیں اور ہر چہار جانب آپ کی مقبولیت کا بول بالا ہے۔

حثشنا نحو بابِكَ يعملاتٍ   فرَينَ خِفافَ عوجَ المقدمَينِ

(۳۱) ہلکی چال والی، ٹیڑھے قدموں والی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کے دروازے کے سامنے ہم حاضر ہیں۔

وُزرنَ القُبَّةَ البيضاءَ فيها   رحيب الباع زاكي النسبتَينِ

(۳۲) انھوں نے ہم سفید رنگ کے گنبد کی زیارت کی، جس میں کشادہ معلومات والے اور صاف ستھرے نسب والے آرام فرما ہیں۔

وانا شيعةٌ لك يا ابن طه   بصِدقٍ قام بين الأعوَجَينِ

(۳۳) اے ابن رسول، میں آپ کا محب صادق ہوں جو دو قدموں پر کھڑا ہوں۔

وهل يُدرى على الغبرا إمامٌ   سواكَ له تُراثُ الموسيَّينِ

(۳۴) کیا روئے زمین پر آپ کے سوا کوئی ایسا امام ہے جو دو موسی کا وارث ہو۔

فخُذْ بيدِ الضِعافِ فقد دَهتهُم   مِنَ الأوزارِ عَينٌ أيُّ عَينِ

(۳۵) ان کمزوروں کی دست گیری فرمائیں، مشکلات نے ان کی آنکھوں کو اشک بار کر دیا ہے۔

وَدُمْ شَرَفَ البَرِيَّةِ مُقتداها　　　إمامَ الدينِ قرةَ كلِّ عَينِ

(۳۶) اے مخلوق کے لیے باعث شرف، ان کے مقتدا، دین کے امام اور ہر آنکھ کے قرار آپ ہمیشہ شادو آباد رہیں۔

تؤمُّ حِماكَ مُثقلةَ المطايا　　　كما أَمَّتْ بِطاحَ الأخضَرَينِ

وصلى الله إعظاماً على مَن　　　جلا عتَمَ الضلالِ بضَوءِ عَينِ

(۳۸) اور اللہ رحمتیں نازل فرمائے اس ذات پر جس نے بصیرت کی روشنی سے گمراہیوں کا پردہ چاک کر دیا۔

رسولٌ كان في العُليا نبيّاً　　　وآدم بين نسجِ الجَوهرَينِ

(۳۹) اللہ کے رسول، عالم علیا میں نبی تھے جب کہ سیدنا آدم آب و گل کے جوہر کے درمیان تھے۔

وآلٍ والصِحابِ أخُصُّ منهم　　　ذوي بدرِ الوغى وذوي حُنَينِ

(۴۰) اور آپ کی آل واصحاب پر رحمت نازل ہو خاص طور پر اہل بدر وحنین پر۔

وأنتَ وأهلُكَ السبّاقُ فينا　　　أمان الأرضِ عَيناً بعد عَينِ

(۴۱) آپ اور آپ کی آل جو نیکیوں میں بہت سبقت کرنے والی ہے، ہر لمحہ ہمارے درمیان امن وسلامتی کا سامان ہیں۔

خطیب حدادی کا یہ قصیدہ بہت عمدہ ہے۔ اس مبارک قصیدے سے ہمارے پریشان حال دل کو شفا حاصل ہوتی ہے، آپ کو یہ فخر و شرف حاصل ہے کہ آپ کے اشعار اس جلیل الشان، شریف الاصل سید رضی اللہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت ہیں۔

ابن موید نقیب واسطی اپنی مبسوط میں تحریر کرتے ہیں:

بنی رفاعہ کا نسب حسینی، مکی، مغربی پھر بصری بعدہٗ واسطی خانوادہ صحیح نسب پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس کے اتصال پر اہل دنیا متفق ہیں۔ حجاز و مغرب، شام و عراق کے سچے اصحاب فضیلت مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ متقدمین و

متاخرین میں سے کسی کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کی صحت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ کتنا عمدہ نسب ہے، اور کتنی عمدہ اس کی شاخیں ہیں۔ انتہی کلامہ۔

اور اپنی تالیف الحجۃ البالغہ میں فرمایا:

اللہ رب العزت نے ہمارے شیخ سید احمد رفاعی واسطی کے لیے ایسے فضائل و مناقب جمع فرما دیے ہیں کہ آپ کے سوا دیگر اولیا کے بارے میں ہم نے یہ فضائل نہ سنے۔ آپ کا حسن اخلاق اور اپنے جد کریم کی سنتوں کو مضبوطی سے تھامنے کا معاملہ بہ تواتر ثابت ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

علا حتی سما هامَ الثُریّا　　　　ودون مقامِهِ جبلٌ شسوعُ

(۱) آپ کی ذات کی عظمت ثریا کی بلندی کے اوپر ہے۔ بلند و بالا پہاڑ آپ کے رتبے کے سامنے ہیچ ہیں۔

قد اشتاقت مراتِبَه الأعالي　　　　ولكن أين من هو يستطيعُ

(۲) بلندیاں آپ کے علو مراتب کا مشتاق ہیں۔۔ مگر کس کی استطاعت کہ آپ کے رتبے کو پہنچ سکے۔

سلامُ الله يشمله ويهدي　　　　له ما أنجد البرقُ اللموعُ

(۳) اللہ کی سلامتی ان کے شامل حال رہے۔ اور چمکدار بجلیاں ان کی رہ نمائی کرتی رہیں۔

ہم سے شیخ عزالدین فاروثی قدس سرہ نے بیان کیا کہ وہ سرزمین دمشق میں لوگوں کے سامنے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے کلام کے بارے میں کچھ بیان کر رہے تھے۔ مجلس کے کنارے لبنان کا ایک ذہین، ہوشیار، عقل مند عیسائی بھی موجود تھا۔ حضرت رفاعی کے عجیب و غریب کلمات نے اس کے دل میں بڑا اثر کیا۔ وہ مجلس سے یہ اشعار گنگناتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

دليلٌ على أن النبيَّ محمدا　　　فتاهُ الرفاعيُّ الإمامُ المهذَّبُ

(۱)اس بات پر دلیل کہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں، آپ کی آل رفاعی ہیں جو امام مہذب ہیں۔

ولو كنتُ أبغى نسبةً غير مِلَّتي　　　لما كنتُ إلا للرفاعيِّ أُنسبُ

(۲)اپنے مذہب کے علاوہ اگر مجھے کسی نسبت کی خواہش ہوتی تو میں امام رفاعی کی جانب ہی منسوب کیا جانا پسند کرتا۔

یہ سن کر مسلمانوں نے تکبیر بلند کی، اور آہ وزاری کرنے لگے۔

یہ واقعہ، نصرانی کے اس واقعہ کی طرح ہے جس نے حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں یہ درج ذیل اشعار کہے تھے:

عليٌّ أميرُ المؤمنينَ حقيقةً　　　وما لسواهُ في الخِلافةِ مطمَعُ

(۱)در حقیقت مولی علی ہی امیر المؤمنین ہیں۔ آپ کے سوا کسی اور کو خلافت کی طمع کی گنجائش نہیں۔

ولو كنت أبغى مِلّةً غير مِلَّتي　　　لما كنتُ إلا مُسلماً أتشيَّعُ

(۲)اگر میں اپنے دین کے سوا کسی اور دین کا پیرو ہوتا۔ تو ایسا مسلمان ہوتا جو مولی علی سے محبت کرنے والا ہو۔

ع:　　والفضل ما شهدت به الاعداء

در حقیقت فضل وکمال وہ ہے جس کی گواہی دشمن دیں۔

مادری سلسلہ نسب: امام علی ابو الحسن حدادی قدس سرہ اپنی کتاب ربیع العاشقین میں سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک، آپ کے والد گرامی سے لے کر نبی کریم علیہ السلام تک ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

سید احمد رفاعی، بن ولیۃ اللہ عارفہ زاہدہ عابدہ فاطمہ انصاریہ، دختر باز اشہب، وتریاق

مجرب، امام عارف باللہ، صاحب وقت، نورانی پیالے اور صمدانی فتح والے، شیخ الطائفہ منصور زاہد بطائحی ربانی، بن عارف کبیر شیخ یحیی نجاری، بن شیخ موسی ابو سعید، بن شیخ کامل، بن شیخ یحیی کبیر، بن امام صوفی شہیر محمد ابو بکر واسطی، بن موسی، بن محمد، بن منصور، بن خالد، بن زید، بن ایوب، بن خالد ابو ایوب، بن زید انصاری نجاری صحابی جلیل۔ رضی اللہ عنہ وعن اصحاب رسول اللہ اجمعین۔

اور زید، بن کلیب، بن ثعلبہ، بن عبد عوف معروف بہ ابن عمر خزرجی، بن غنم، بن مالک، بن نجار، بن عدی، بن عمرو، بن مالک، بن تیم اللہ، بن ثعلبہ، بن عمرو، بن خزرج، بن ثعلبہ، بن عمرو، بن بقیا، بن ماء السمآء، بن حارثہ عظریف، بن اراء القیس، بن ثعلبہ، بن ازن بن ازوین، بن غوث، بن بنت بن مالک، بن زید، بن کہلان، بن سبا، بن یشحب، بن یعرب، بن قحطان، بن عامر، بن شاخ، بن ارفخشد، بن سام، بن نوح، بن الملک، بن متو شلخ، بن اخنوق، بن یاور، بن مہلائیل، بن قینان، بن انوش، بن شیث، بن آدم ابو البشر علیہ وعلی نبینا افضل الصلاۃ والتسلیم۔

والدہ کا نسب نانی جان کے واسطے سے: فاطمہ، بنت سیدہ رابعہ، بنت سید عبد اللہ طاہر نقیب واسط، بن سید ابو علی سالم النقیب، بن سید ابو یعلی النقیب، بن سید ابو البرکات محمد نقیب، بن سید ابو الفتح محمد امیر الحاج، بن امیر جلیل سید محمد اشتر، بن سید عبید اللہ الثالث، بن سید علی، بن سید عبید اللہ الثانی، بن سید علی الصالح، بن سید عبید اللہ اعرج، بن سید حسین اصغر، بن امام زین العابدین علی، بن امام حسین نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

پردادا کا نسب: نقیب بصرہ سید یحیٰی رفاعی کا نسب والدہ کی جانب سے یہ ہے:

یحیی بن آمنہ، بنت یحیی عقیل، بن الناصر لدین اللہ شاہ اندلس، بن احمد، بن میمون،

بن احمد، بن علی، بن عبد اللہ، بن عمر، بن ادریس، بن ادریس اکبر (جن کے ہاتھوں اللہ نے مغرب فتح کرایا) بن عبد اللہ المحض، بن حسن مثنی، بن سید امام حسن نواسۂ رسول ﷺ۔

والدہ مکرمہ کے دادا کا نسب: شیخ یحییٰ بخاری انصاری کا اپنی والدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے:

یحییٰ بن علویہ (عالیہ بھی کہا جاتا ہے) بنت حسن، بن محمد، بن یحی، بن حسین شاہ یمن ومکہ، بن قاسم، بن محمد الرسی بن ابراہیم طباطبا، بن اسماعیل، بن ابراہیم الغمر، بن حسن مثنی، بن امام حسن سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کا نسب آپ کے دادا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مل جاتا ہے، کیونکہ امام جعفر صادق حضرت ام فروہ کے بیٹے ہیں۔ نسب نامہ یوں ہے:

ام فروہ، بنت قاسم، بن محمد، بن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

اس لیے امام جعفر صادق کہا کرتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر نے مجھے دوبار جنم دیا (یعنی ان سے دوہری نسبت ہے)

نسب كان الشمس بعض عقوده　　　وعلى حواشيه النجوم سطور

ایسا بابرکت نسب ہے، گویا سورج اس کا ایک گچھا ہو، اور اس کے کنارے، ستارے ترتیب وار ہوں۔

اور میں (مؤلف) کہتا ہوں:

نسب الرفاعی الذی انتظمت به　　　املاك آل محمد علماؤها
آلت مفاخره لقطب فضله　　　احيا الطريقة فاستقام بناؤها

(۱) امام رفاعی کا نسب وہ ہے جس کے ذریعہ علما نے آل محمد ﷺ۔

(۲)اس نسب کی تمام فضیلتیں ایک قطب کی جانب سمٹ آئیں جن کے فضل و احسان نے طریقت کا احیا کیا تو اس کی عمارت سیدھی ہو گئی۔

میں نے یہ بھی کہا ہے:

نسب لاح نوره فی البرایا　　مثل فجر الصباح عند الطلوع

اصله سید الوجود التهامی　　و الرفاعی روح جسم الفروع

ایسا مبارک نسب جس کی روشنی مخلوق میں چمک اٹھی۔ جیسے طلوع آفتاب کے وقت صبح کی روشنی پھیل جاتی ہے۔

اس نسب کی اصل تہامہ والے آقا ہیں۔ اور امام رفاعی فروع (شاخوں) کے جسم کی روح کی طرح ہیں۔

یہ اشعار بھی میرے (مؤلف) ہیں:

عللونی بذکر آل الرفاعی　　و اعیدوا اخبارهم لسماعی

واعذرونی بالله یا قوم انی　　مستهام بحب آل الرفاعی

[۱] آل رفاعی کے ذکر کے سبب لوگوں نے مجھے بیمار سمجھ لیا اور اپنی مسلسل خبریں میری سماعتوں کے حوالے کیا۔

[۲] اے قوم، خدا کے واسطے، مجھے معذور سمجھو، میں آل رفاعی کی محبت میں گم ہوں۔

سیرت امام رفاعی: یہاں اختصار کے ساتھ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اسی کے ذیل میں آپ کے اہل خاندان کا مختصر تذکرہ بھی ہوگا۔

ربیع العاشقین میں ہے: شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ۵۱۲ھ میں سرزمین بطائح کی حسن نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں ہی والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا،

آپ کے ماموں شیخ منصور آپ کی والدہ کو بھائیوں سمیت شہر نہر دقلی لے آئے اور اپنی خانقاہ کے بغل میں ان کے لیے ایک گھر تعمیر کرایا، شیخ رفاعی اس وقت تک شیخ عبدالسمیع حربونی کے پاس حسن نامی بستی میں ترتیل و تجوید کے ساتھ حفظ قرآن کر چکے تھے۔ جب آپ اپنے ماموں جان کے پاس آگئے۔ تو انھیں لے کر واسط پہنچے اور شریعت کی تعلیم و تربیت کے لیے شیخ علامہ ابوالفضل علی واسطی کے سپرد کر دیا۔ ایسا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کیا۔ آپ نے خواب میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید احمد کی ولادت سے ۴۰ روز قبل دیکھا، حضور نے فرمایا: اے منصور بشارت ہو! اللہ تعالی ۴۰ دن بعد تمھاری بہن کو ایک فرزند عطا کرے گا جس کا نام احمد رفاعی ہو گا۔ جیسے میں نبیوں کا سردار ہوں ویسے ہی وہ اولیا کا سردار ہو گا۔ جب وہ بڑا ہو جائے تو اسے شیخ علی قاری واسطی کے حوالے کر دینا تاکہ وہ ان کی تربیت کریں کیوں کہ وہ شخص اللہ کے نزدیک عزیز ہے، اس بات سے غفلت نہ کرنا۔ شیخ منصور کہتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے حکم پر ہم لبیک کہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جیسا فرمایا تھا، ہو بہو ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔

جب آپ سید احمد رفاعی کو لے کر شیخ علی واسطی کی بارگاہ میں پہنچے تو وہ عزت و تکریم سے پیش آئے اور شیخ منصور سے فرمایا: اے آقا! قریب ہے کہ یہ معاملہ اس بچے پر مکمل ہو جائے، یہ اولیا کا امام ہو گا۔ اور اہل اللہ کا مرجع، پھر آپ نے ان کے لیے خوب دعا کی اور شیخ منصور نے ان کی دعا پر آمین کہی۔ پھر شیخ علی واسطی نے سید احمد رفاعی کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ مرکوز کر دی یہاں تک کہ آپ اپنے ہم عصروں کے امام، ان کے سردار اور ان لوگوں میں سے ہو گئے جن کی طرف انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں۔ آپ علوم شریعت اور احادیث نبویہ کے بڑے حصے کے حافظ تھے۔ چناں چہ شیخ جمعہ نے مجھ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سید نجم الدین احمد بن علی قدس سرہٗ سے سنا کہ میرے بھائی سید ابراہیم اعذب کہا

کرتے تھے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ قرآن کریم حفظ کرتے، اور اس کی وضاحت کرتے، اور فتوے پر اپنی مہر ثبت کرتے، آپ نحوی، لغوی، عالم، عارف باللہ اور علم شریعت و حقیقت کے ماہر تھے۔ یہاں تک کہ فقہاے کرام پر جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ آپ کی جانب رجوع کرتے اور آپ اسے اچھی طرح سے کھول کر رکھ دیتے۔ سرزمین واسط میں آپ قرآن کی قراءت کرتے اور فقہا کے ساتھ درس میں حاضر ہوتے تو خاموش ہو کر بغور سنتے، اور جب سب لوگ فارغ ہو جاتے تو جو کچھ درس میں پیش آتا آپ سب کو حفظ کر لیتے، آپ اپنے ہر ایک ساتھی کے درس اور اس کی شرح کو الگ الگ پڑھ دیتے جس سے انھیں بڑی حیرت ہوتی، وہ مدرس سے کہتے کہ ایسا معاملہ ہے تو استاذ کو بھی تعجب ہوتا۔ اور کہتے کہ یہ نیک بخت شخص ہیں، اللہ رب العزت نے انھیں بے حساب عطا کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ درس میں کوئی حدیث سنتے تو گویا وہ آپ کے دل میں پیوست ہو جاتی کہ اس میں سے ایک حرف بھی نہ بھولتے۔ حضرت احمد رفاعی قدس سرہٗ جب کرسی پر حدیث بیان کرنے کے لیے بیٹھتے تو آپ کے دل اور زبان سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح علم جاری ہوتا جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، دل دہل جاتے، سینوں میں حرکت پیدا ہو جاتی، اور آنکھیں بے اختیار بہنے لگتیں۔ آپ جب بھی کسی کی کوئی بات سنتے یا کسی کتاب کا حوالہ پیش کرتے تو اس کے ذیل میں ایسی ایسی باتیں لاتے جس سے حکمت کے سوتے پھوٹنے لگتے، یہ سب من جانب اللہ تھا، جسے اللہ نے آپ کو عطا کیا تھا۔ مختلف علوم کے ماہرین آپ کے دائیں، بائیں اور سامنے مثل پہاڑوں کے کھڑے رہتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں حکمتوں اور مختلف علوم کے ایسے چشمے ڈال رکھے تھے، جو سمندروں کی طرح ہوتے۔ اور یہ سب اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، حکمت عطا فرماتا ہے۔

میرے دادا امام جلال الدین خطیب حدادی کہا کرتے تھے کہ سید احمد رفاعی رضی

اللہ عنہ کے زمانے میں فضائل آپ پر مکمل ہو گئے۔ جب آپ کرسی پر درس کے لیے تشریف فرما ہوتے تو بڑے بڑے علما اور فضلا اور مختلف علوم و معارف کے ماہرین آپ کے احاطہ کیے ہوئے ہوتے، جب آپ کلام شروع کرتے تو متکلّمین خاموش ہو جاتے، منکرین مبہوت ہو جاتے۔ عارفین حیرت میں پڑ جاتے۔ سالکین رقص کرنے لگتے۔ اہل خشوع آہ و زاری کرنے لگتے۔ اور آپ ایسے کلمات ارشاد فرماتے جو نہایت جامع ہوتے، اور یہ سب آپ کے جد کریم ﷺ کی وراثت تھی۔ آپ اپنے حاضرین کے لیے ہر فن کی چیزیں پیش کرتے۔ چناں چہ ادبا آپ کی فصاحت سے اپنا حصہ لیتے، علما آپ کے معارف سے، فلاسفہ آپ کی تحقیق سے، متکلّمین آپ کے واضح بیان سے، اور بلغا آپ کے معنی آفرینی سے، اولیا آپ کے حقائق سے، اہل عقل آپ کی حکمتوں سے، فقرا ادب سے اور صلحا مواعظ سے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو عظیم عطیات کے ساتھ احسان فرمایا اسے دیکھ کر سب کے سب محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں روے زمین پر شیخ رفاعی کی مجلس کے سوا علم حقیقت کی کوئی مجلس نہیں جس کے اطراف لب شریعت سے معمور ہوں، جہاں علم کا پیاسا آکر علمی فوائد حاصل کرتا ہو، اور جس کے ذریعہ دل و جان عالم الغیب کی جانب پرواز کرتے ہوں، جس میں تعلی ہوتا، نہ غلو، اور نہ ہی دعویٰ کی بو کا شائبہ۔ آپ کی مجلس علما کے لیے مدرسہ، فقرا کے لیے خانقاہ، سالکین کے لیے ریاضت گاہ، اور عارفین کے لیے حجت ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

آپ اپنے اور دیگر اولیا رضی اللہ عنہم کے ذکر کے وقت یہ دو شعر گنگناتے:

لا تقس بارق النجوم بشمس — بينها والنجوم فرق عظيم
فاحذرن ان يقال عينك عميا — و الا مكابر او لئيم

ترجمہ: چمکتے ستاروں کو سورج پر قیاس نہ کر، سورج اور ستاروں کے درمیان واضح فرق ہے۔

اس سے بچو کہ یہ کہا جائے کہ تمھاری آنکھ نابینا ہے، ورنہ یا تو تو جھگڑالو ہے، یا کمینہ۔

فرمایا کرتے تھے: حق حق ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب، قول حق ہے۔ اور جس چیز پر میری موت واقع ہوگی، وہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، قرآن تمام آسمانی کتابوں کا سردار ہے، اور محمد ﷺ تمام رسولوں کے آقا ہیں، اور احمد رفاعی رضی اللہ عنہ اولیا و مشایخ کے سردار ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس زمانے کے لوگ، عام لوگوں کے دل آپ کی ذات سے شدت کے ساتھ مربوط ہونے، آپ کی محبت اور اس پر اتفاق کے سبب حضرت سید رفاعی کو دلوں کا قبلہ نام سے یاد کرتے، اور یہ آپ ہی کو زیبا ہے۔ کیوں کہ آپ برکت زمانہ، امام وقت، اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی فرمانے والے اور طریقت الٰہیہ اور شریعت محمدیہ کی جانب رہنمائی کرنے والے تھے۔

آپ کی جلالت شان اور علو مرتبت پر حضرت شیخ عمر فاروثی کی یہ روایت شاہد عدل ہے کہ حضرت شیخ ایک مرتبہ شہر حدادیہ تشریف لے آئے، وہاں کے علما و فقہا و مشایخ نے آپ کا استقبال کیا، پھر آپ اپنے ماموں، شیخ ابو محمد شنبکی انصاری حسینی کے مکان کی جانب متوجہ ہوئے، ان کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور جامع مسجد میں دو رکعت نماز تحیت ادا کی، لوگ آپ کے سامنے سے آ گئے اور ایک مجلس کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ آپ نے ان کی دل جوئی کے لیے اسے قبول فرمالیا۔ چناں چہ ایک منبر رکھا گیا، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے، اس دوران ہم نے واردات کرم کی خوشبو محسوس کی، اور اہل ذوق دوات اور کاغذ لے کر آپ کے اقوال لکھنے لگے۔ جب آپ منبر پر خوب اچھی طرح کھڑے ہو گئے تو آہ و زاری کرنے لگے، جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ رنگ زرد پڑ گیا۔ اور اپنے دونوں پاک ہاتھوں سے اپنے مبارک چہرے سے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریف اس پروردگار کے لیے جو فرزندان توحید کے دلوں کو خوف سے بھر دیتا ہے، جب کہ اسباب کی رسیاں دلوں کا ساتھ چھوڑ دیں، جو مضطرب اور پریشان حال دلوں کو سکون عطا کرنے والا ہے جب کہ امیدوں کے آگے دروازے بند ہو جائیں، جو نرالی شان والا، بے نیاز ہے، حاجت مندوں کی حاجتیں اور جاہلوں کی ضرورتیں جس کی قدرت قاہرہ کے دروازے پر ٹھہری ہوئی ہیں، ہمیشہ رہنے والا بادشاہ، جو اپنے بقاے سرمدی کے سورج کو روشن کرتا ہے، تو تمام تر ظاہری و باطنی ذرات سے فناے محض کی حقیقتیں ہر آن ظاہر فرماتا ہے، وہ غالب قدرت والا ہے۔ اس کے حکم اور فیصلے کو ٹالا نہیں جا سکتا، اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس کی قدرت کی نشانیوں کی انتہا نہیں۔ اس وقت کافر کی طبیعت بھی اس کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے جب اس کا سارا حیلہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اور منکر کی روح بھی اس کو پہچان لیتی ہے، جب اس کے حیلے کے اسباب بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس کی قدرت اس قدر مستحکم ہے جس نے ہر ظاہر و باطن مخلوق میں عجز و انکساری کی عادت ڈال رکھی ہے، اس کی عظمت شان یگانہ ہے، جو اپنی بارگاہ صمدیت سے ہر قوت والے اور عاجز کی طبیعت و فطرت سے بے نیاز ہے۔ یہ صورتیں جنھیں اس نے ظاہر فرمایا، انھوں نے دوری اختیار کرنے والوں کی عقلوں میں مشابہت پیدا کر دی کہ عدم توحید کے سبب وہ یقین کو طے کرنے سے عاجز رہ گئے اور اس نے جن حقائق کا اظہار فرمایا، انھوں نے مقربین کے دلوں سے شکوک و شبہات کا خاتمہ کر دیا، جس کے سبب وہ احکام ربانیہ کے نزول کو سمجھنے پر قادر ہو گئے۔ اس عجز و قدرت کے بعد عقل مندوں کی عقلوں پر اپنی عظمت کے پردے لٹکا دیے تو دہشت کی زبان چیخ اٹھی اور ادراک ذات کے فہم سے عاجز ہونا ہی ادرک ہے۔ اور اس پیچیدہ امر اور اس ربط و تعلق میں غور و خوض پر مخلوقات میں سب سے قریب اور قوی ہے، فرمایا: پاکی ہے تیرے لیے، ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا کہ تجھے پہچاننے کا حق ہے، اے اللہ! اے

عظیم سلطنت کے مالک! اے احسان عام فرمانے والے! اپنے رسولوں کے سردار پر رحمتیں نازل فرما، بارگاہ قدس میں جن کا مقام بہت بلند ہے، اور تمام دنیا میں جن کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، پاک اور مقدس موتی سے جو واضح حقیقت کا خزانہ ہے، علوم غیب کی دنیا اس خزانے میں موجود ہے، جو ربانی اسرار و رموز پر تیرے امین ہیں، تو تمام تر محفوظ انوکھی حقیقتیں ان کی امانت کے منشور میں لپٹی ہوئی ہیں، وہ تیرے محبوب ہیں جو تیرے حکم کو بیعت کے ذریعہ قائم فرمانے والے ہیں، ایسے مقدس ہاتھ کے ذریعہ کہ قیامت تک اس کے علاوہ کو نہیں پہچانا جائے گا جو تیرے مصدر حکم کے سلطان ہیں، امر و نہی کے تخت پر جلوہ فرما ہیں، عصمت، امن و سلامتی، توفیق ربانی اور شرف و کرامت سے تائید یافتہ ہیں، تیرے بندے ہیں۔ جو عبودیت محضہ کے باغ میں متمکّن ہیں، اور ان کے ارد گرد تیرے مخصوص اور عام بندوں کی جگہ ہے، ہمارے آقا محمد ﷺ جو ثابت القدم ہیں، ان کے عزم کے حوصلے تیرے سیدھے راستے اور مراد سے ذرہ بھر متزلزل نہ ہوئے۔ اے اللہ! ان پر اور آفتاب کے مانند ان کی آل پر جامع ترقی میں سلامتی نازل فرما، اور ان کے اصحاب پر بھی، جو ہولناک معرکوں کے جھنڈے تلے تیرے نڈر شیر ہیں۔ اور تابعین اور وارثین انبیا پر سلامتی نازل فرما، قیامت تک سنت کو زندہ کرنے کی خدمت کے ذریعہ جن کی تائید کی گئی ہے، اور سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

حضرات! روحوں کی روشنیاں اپنی دنیا میں فعّال ہیں، اور ان کی دنیا حاضری کی وہ جگہ ہے جس میں حکم کا اشارہ ہوتا ہے، تو اسرار کے خزانے سے محفل جہر کی جانب قربت ہوتی ہے، اور ظہور کے بعد روحانی بندشوں کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اور برملا ادراک کیے جانے والے سبب کی چادر اس پر لٹکا دی جاتی ہے، تو جن کی نگاہوں پر پردے پڑے ہیں وہ ظاہری سبب کے ساتھ ہو جاتے ہیں، اور اہل نور اس سبب کو بھانپ لیتے ہیں جس میں اشارات

پنہاں ہوتے ہیں، گمراہوں میں جو محض ریاضت والے ہیں وہ ہمت یکجا کرنے کے مقام تک ہی پہنچ پاتے ہیں توان کے لیے اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے، جو روح تک پہنچ جاتا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عالَم ارواح میں حکم صادر کرنے پر قادر ہو گئے حالاں کہ وہ اس سے بہت دور ہیں، اگر یہ قدرت انھیں حاصل ہوتی تو اسے یکجا کرنے کے لیے ان کا حوصلہ بلا تکلف اس کی جانب مائل ہوتا۔ اور صادر ہونے والے اشاروں کے حکم پر اطلاع کا راز انھیں حاصل ہوجاتا، خواہ ان کے اپنی ہمت جمع کرنے سے یا کسی دوسرے سبب سے۔ اور یہ امت محمدیہ کے مخصوص روحانی ترقی یافتہ اللہ والوں کی شان ہے۔ بسم اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اے شہر والو! اے بادیہ نشینو! اے گھوڑ سوارو! اے رہنماؤ! اے فقہا! اے فقرا! اے خواص! اے عوام! یہ وہ بارگاہ ہے جس میں لغو کا گزر نہیں، مہربان عقل کی اجازت سے خاموش ہوجاؤ، اور قلب سلیم کے فہم سے متوجہ ہوجاؤ، تم اللہ کی زمین پر ہو، یہ دیکھو اس پر رحمت و کرامت کے بادل برس رہے ہیں۔ نعمت و برکت کے فیضان اسے سمیٹے ہوئے ہیں، تم ایسے دیوان خاص میں ہو کہ غیبی واردات جس کی فوج ہیں، اور آسمانی دلالتیں جس کا محور ہیں، اور اس کا حاکم وہ ہے جس کا حکم من جانب اللہ امر نافذ ہے جس میں کسی کے لیے مداخلت کا حق نہیں، وہ نازل شدہ کتاب کے رموز و اسرار اور حبیب مرسل کے مقاصد کی حکمتیں بطور افاضہ مجھ پر املا کراتا ہے، اور مجھ سے تم تک بطریق وساطت لکھواتا ہے، اور تمھاری ہی طرح میں بھی اس معاملے میں محکومیت کے مرتبے میں ہوں، میرے اور تمھارے درمیان کوئی فرق نہیں، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ افضل الصلوات واعظم التحیات سے فرمایا: قل انما انا بشر مثلکم۔ یہ حکم عائد فرمانا عبدیت کی منزل ہے۔ اور انسیت و محبت کا دسترخوان بچھانا ہے۔ لیکن آپ کی جلالت شان اور عظمت مرتبت کے اظہار و اعلان کے لیے آپ کے سرِ اقدس پر اپنے قول: یوحیٰ الي کا عَلم بلند فرمادیا جس کی وجہ

سے آپ ﷺ اور امت کے درمیان فرق خوب واضح ہو گیا۔ آپ مرتبۂ فرق والے ہیں اور ہمارے درمیان نافذ بصیرت والے، لٹکائے گئے پردے کے سوا کوئی فرق نہیں، اور یہ دونوں ذات کی شان: کل یوم ھو فی شان۔ ہے وہاں قلب شان کا گزر نہیں۔ وہ لوگ جو بلندی اور عظمت کے مدعی ہیں یہ لگام ان کے دعوے کا رد ہے۔ اس نے عارفین کو اپنے بارگاہ خاص میں خدمت اور ادب کے مرتبے پر فائز کیا، یہ لوگ اس کی حکمتوں کے دروازے ہیں اور تقدیسی حکمتوں کے ناشر۔ اور انسانوں کو اس ذات تک پہنچانے کے واسطے اور ذرائع ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ ن والقلم و ما یسترون کے راز سربستہ کے امین و مامون ہیں، اور و ما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین کی شہادت کے ساتھ افراد بنی آدم کے ہر فرد پر آپ کو بے انتہا رفعت و شرف حاصل ہے۔ اور اس کے منکر کے سامنے دلائل عقلیہ کے براہین چمک رہے ہیں، تو کسی بھی نبیِ مرسل کا اخلاق یا کسی مقرب مہربان کی خصلت ایسی نہیں جو اس عظیم آقا کے لیے اس اخلاق اور اس خصلت سے زیادہ شرف و عظمت والا ہو، آپ کے اخلاق کریمانہ اور فضائل حمیدہ کا شمار ممکن نہیں۔ احسانات محمدیہ کے بادل ہم سب پر برستے رہیں، اور معارف احمدی کے فائدے سے ہم سب اور جملہ اہل اسلام مستفید ہوتے رہیں۔ آمین۔

حضرات محترم! لوگوں کی سواریاں، ان کی خواہشات کی جانب چل پڑیں اور ان کے عقائد ان کے ہم جنس طبیعت والوں کے ساتھ ٹھہر گئے، اس گمراہی سے خود کو بچاؤ؛ کیوں کہ یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس خواہش میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائے۔

جو شخص اپنی خواہش نفس کو اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت کے سامنے ایک ذلیل اور تابع غلام جیسا نہ بنالے تو اس کا ایمان سے کیا واسطہ؟ اس واضح التباس کی تفریق کے وقت عزم و حوصلے سست پڑ گئے اور ہمتیں جواب دے گئیں۔

میرے پیارے بھائیو! جب کوئی بات تمھیں پسند آتی ہے تو اتباع کے دعوے کے ساتھ تم اس کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہو۔ گویا تم اس معاملے کے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ اور جب وہ تم پر گراں گزرتی ہے تو دلیل قائم کرنے کے دعویٰ کے ساتھ اس سے پلٹ جاتے ہو گویا اس نہی کو تم ہلکا سمجھ رہے ہو۔ جب کہ امر و نہی دونوں ایسے کھلے ہوئے راز ہیں جن کی شان ان کے ظاہر کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے، سن لو وہ تمھارا رب ہے جس نے گوشت کے ٹکڑے کو بولنے کی اور ہڈی کو سننے کی اور جلد کی پُتلی کو دیکھنے کی اور مٹی سے بنی ہوئی صورت کو طاقت و قوت کی صلاحیت عطا فرمائی، تمھارے دماغ کو عقل کا ٹھکانا بنایا اور عقل کی سمجھ کو تمھارے دل (گوشت کے ایک لوتھڑے) میں ٹھہرا دیا اور تمھارے اندر موجود ان خدائی نشانیوں کے ذریعہ جو تمھارے ساتھ قائم ہے تمھارے خلاف حجت قائم کی، جب تم خواہش نفس کی پیروی کروگے اور دانہ اگانے والی ذات کی مخالفت کروگے تو اس کے بعد اب تمھارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ میں اس سے خود اور تمھارے لیے بھی اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بسم اللہ، بسم اللہ، اے اولیا! اے واعظین! اے حلقہ والو! اے صاحبان منبر و محراب! اے خانقاہوں کے شیوخ! اے عبادت گزار نوجوانو! اے اہل ذوق! اے سالکین طریقت! اے علما! اے حکما! اے ارباب حل و عقد و اصحاب بست و کشاد! تم کہاں ہو؟ تم جہاں کہیں بھی ہو، وصل و فصل دو کلموں کے ماتحت ہو۔ وصل کا ظاہر و باطن، اس کی اصل روح اور جسم کا، اللہ کے حبیب کی شریعت کے مطابق قرآن کے ادب کے ساتھ مودب و مزین ہونا ہے، اور اس کے علاوہ جو کچھ اقوال و افعال ہیں وہ نفس کی شرارت ہیں، یا غلط سماعت

جس نے بطریق شہوت اصل روح کو پلٹ دیا، جسے اس کا متحمل واردات روح سمجھ بیٹھا، اور کشف منازل سے عاجز رہا، اور شریعت کی حقیقت کے بارے میں اس کا حکم غلبۂ وجد یا شدت طیش یا کسی خواہش کی موافقت یا مقابل سے نزاع و اختلاف ہے، اور کبھی یہ حالت سلب کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، اگر یہ سلبی حالت برقرار رہے تو اب مسلوب مکلف نہ رہا، اس سے مواخذہ ہے نہ اس کی اتباع۔ اور اگر حالت سلبی ختم ہوگئی اور عقل و شعور واپس آگئے تو ادب یہ ہے کہ وہ جس حال میں تھا اسے کھول دے، پھر اس کا انکار کرے، اس پر اپنے نفس کو زجر و توبیخ کرے اور اس حالت خسیسہ سے اپنے متعلقین کو باخبر کر دے، یہ موج سکر کی جھاگ ہے جو امر سے پھیرنے والا ہے، اور کبھی نشانیوں کے کھل جانے کے سبب ایسا ہوتا ہے۔ اور عامل کے ترک میں عزم کے تصور کی وجہ سے پیش آتا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے مظہر کے طلب کی ترقی کے سبب وقوع پذیر ہوتا ہے، جس کے باعث عقل کو طیش لاحق ہوتا ہے، اور تکبر و رعونت کے دھوئیں کے سبب بھاری بھرکم نفس کو راحت محسوس ہوتی ہے تو زبان پھسل جاتی ہے، اور اس گمان میں میزان ادب سے تجاوز کر جاتی ہے کہ اس کا مشہود اس کے وجود کے حکم کے ماتحت ہے۔

کہاں اس مسکین کا آلہ قیاس جس سے جاہل بھی ناآشنا نہیں، ظاہر اسی پر ہے۔ اور اس کا باطنی حکم اس کے ظاہر حال کے عین مطابق ہے، اور جس کو اس کی آنکھوں نے اس بادشاہ کا حکم دیکھا اسے صرف اپنی آرام طلبی کے سبب کیسے ترک کر سکتا ہے؟ یا صرف مشہود کو دیکھ کر ایسا کیوں کرے؟ اور اس کے دل میں یہ خیال کیوں نہ گزرے کہ ان نشانیوں کا کوئی اہل اور محل ہے، اور یہ کیوں نہ کہے کہ لوگ اکثر اسے دیکھتے ہیں پھر اس سے بہتر کی جانب رخ موڑ لیتے ہیں، اور ابھی میں اسی حال پر ہوں حتی کہ جا کر دیکھ لوں کہ اے دور ہو جانے والے محجوب تجھ پر افسوس ہے، تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے کا خیال رکھتے ہو، جو لوگوں کے ساتھ ایسا

خیال رکھے وہ خود مبتلاے فتنہ ہے، عن قریب وہ خوف زدہ ہوگا، تو خالص ادب کے ذریعہ اپنی اصلاح کرو، اس لیے کہ یہ بارگاہ اس کی تیز رفتار سواریوں کے درمیان ہے، اہل دعویٰ کے وہم وخوف کی علامت ہے، یہی وصول اور اہل اصول کا مذہب ہے۔

رہا قطع تعلق کا معاملہ، العیاذ باللہ تعالیٰ، تو وہ یا تو اصل سے منقطع ہوجاتا ہے، جیسا کہ کفار کا حال ہے، جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں۔ یا سبب سے منقطع ہوتا ہے، اور یہ معاملہ کثیر الوقوع ہے۔ سستی، ترک عمل، بے ادبی، اخلاق ذمیمہ سے اتصاف، اوصاف کریمہ سے قطع تعلق، سنت رسول اور حجت منورہ سے انحراف کا تعلق، اسی باب سے ہے۔ اس قطع تعلق کا علاج وہی ہے جو باب وصل میں گزرا۔ اور اس وصل کی بیماری کا حال قطع میں مذکور ہے؛ لہذا اپنے نبی سیدنا و مرشدنا، رب کی جانب ہمارے وسیلہ، ہادی اعظم، محمد ﷺ کی پیروی اپنے اوپر لازم کرکے میری مدد کرو؛ کیوں کہ آپ نے ہمیں ستھرا کیا، ہمیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی، اور وہ تمام چیزیں سکھادیں جن سے ہم سراپا جاہل تھے۔

سست لوگوں کی بری عادت، اہل بدعت سے میل ملاپ اور دوستی اور کسی مخلوق پر دکھاوا سے بچو، اور اپنی پوری کوشش انسانوں کی خیر خواہی میں صرف کردو، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، نیک ہوں یا بد، مومن ہوں یا کافر۔ تم اپنا فرض ادا کرو، اور جو ان پر ہے اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں، اور اللہ ہی متقیوں کا والی ہے، اللہ میرے لیے کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جو باعث تخلیق ہیں، اور حق کی جانب رہنمائی فرمانے والے ہیں۔ اور آپ کی جملہ آل واصحاب پر رحمتوں کا نزول ہو، والحمدللہ رب العالمین۔ انتہی المجلس۔

فاروثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ابھی آپ منبر سے نیچے بھی نہیں اترے تھے کہ مجلس میں ۱۰ر ہزار سے زیادہ لوگوں نے توبہ کی۔ پورا محلہ آہ وزاری اور چیخ وپکار سے گونج اٹھا۔ آپ

کے اس عارفانہ انداز کی قوت، کلمات کی ہیبت، اور دلائل و براہین کو سطوت کے سبب ایسا محسوس ہوتا تھا کہ لوگوں کے دل پگھل جائیں گے۔ رضِی اللہ تعالیٰ عنہ، وقدس اللہ تعالیٰ روحہٗ۔

شیخ عارف باللہ عبدالملک بن حماد موصلی رحمہ اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ وہ بھی ان حاجیوں میں سے ایک تھے جس سال حضرت سید احمد رفاعی رضِی اللہ عنہ حج ادا فرمایا تھا، جس میں نبیِ کریم ﷺ نے ان کے لیے اپنا دست اقدس بڑھایا تھا، انھوں نے اس سال آپ کی خدمت کی غرض سے عراق کی جانب کوچ کیا، اور خانقاہ شریف کو لازم پکڑ لیا، یہاں تک کہ شیخ رفاعی نے ۵۵۹ رھ میں انھیں خلافت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شیخ موصلی ذکر کرتے ہیں کہ انھیں فتح ربانی حاصل ہوا، چناں چہ وہ اپنے اندر اس کے سرایت کرنے کا احساس کرتے، ان کا دل اس پر مطمئن ہو گیا۔ اور حالت یہ ہوئی کہ ایک مدت تک بولنے پر قادر نہ ہو سکے۔ ایک دن شیخ رفاعی رضِی اللہ عنہ کی خلوت گاہ میں داخل ہوئے، ان کے دونوں مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور عرض حال کیا۔ آپ نے فرمایا: میرے فرزند! ولیِ کامل اذن آسمانی سے ہی کلام کرتا ہے، اور جب تک اسے بولنے کی اجازت نہ ہو، کلام نہیں کر سکتا، تو اپنے رب کے فیصلے پر صبر کرو۔

شیخ کہتے ہیں: میں دہشت زدہ ہو کر آپ کی بارگاہ سے اٹھا، ابھی باب خلوت سے آگے بھی نہیں گیا تھا کہ اندرونی طور پر مجھے ندا دی گئی کہ کلام کرو؛ تمھیں کلام کی اجازت دی گئی۔ اور یہ معلوم نہ تھا کہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ ناگاہ دیکھتا ہوں کہ حضرت رفاعی رضِی اللہ عنہ مجھے آواز دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے عبدالملک! میں لبیک یا سیدی کہتے ہوئے واپس آیا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! غیبی بارگاہ سے تمھیں کلام کرنے کی اجازت مرحمت کی گئی، میں تمھیں موصل واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ چناں چہ آپ نے میرے لیے

اجازت نامہ تحریر فرمایا۔

میں نے سب سے پہلے کلام میں ایک قصیدے کے ذریعہ آپ کی مدح سرائی کی۔ قصیدہ یہ ہے:

عليك بعد رسول الله تعويلي وفي معاليك إجمالي وتفصيلي

[۱] اللہ کے رسول ﷺ کے بعد آپ ہی کی ذات سے ہمارا اعتماد قائم ہے۔ میرا اجمال وتفصیل آپ کی بلندیوں میں پنہاں ہے۔

يا ابن الرفاعي يا من شمائله تشملت هامة العليا بمنديلِ

[۲] اے ابن رفاعی !اے وہ ذات جس کی عادات کریمہ بلندیوں پر مشتمل ہے۔

بكَ انطوت غامضاتُ الغيبِ فانفجرت منها الحقيقةُ لُبّاً لا بتأويلِ

[۳] غیبی باریکیاں تیری ذات سے لپٹ گئیں تو اس سے بغیر تاویل کے حقیقت کا مغز آشکار ہو گیا۔

عينُ الشريعةِ فاضت منكَ أترُعِها صِدقٌ تنزّهَ عن شطحٍ وتهويلِ

[۴] آپ شریعت کا سرچشمہ ہیں، آپ کی ذات سے شریعت مطہرہ کے حوض بہ پڑے۔ آپ سراپا سچائی ہیں جو شطحیات اور ہول وخوف سے منزہ ہے۔

تجسمت بك أسرار الكتاب ومن هذا ترفعت عن وهمي وتخييلي

[۵] کتاب اللہ کے اسرار ورموز تجھ میں مجسم ہو گئے، اسی سبب سے میرے وہم و خیال سے آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

أطوف منك ببرهان المحبة إن طاف الرجالُ بتقديرٍ وتعليلِ

[۶] محبت کی دلیل کے ساتھ میں آپ کے در کا طواف کروں، جب کہ لوگ تقدیر و تعلیل کے ذریعہ طواف کریں۔

وأرتقي بكَ سينا الفتحِ مُعتصماً بعروةِ الحقِ لا بالقالِ والقيلِ

[۷] اے ہمارے آقا! میں حق کی رسّی کو مضبوطی سے تھام کر قیل و قال کے بغیر

آپ کی بدولت فتح پر ترقی کر جاؤں۔

أعرضتَ بالمجدِ فانهلت سحائبُهُ　　من بعضها سَحَّ نيلُ الفتحِ كالنيلِ

[۸] آپ نے اظہار بزرگی سے اعراض کیا، تو اس کے بادل برسنے لگے، اور بعض سے دریائے نیل کی طرح فتح کی نیل بہنے لگی۔

وسرتَ سَيرَ هِلالِ الأُفقِ مُرتقياً　　إلى المعالي بتكبيرٍ وتهليلِ

[۹] اور تکبیر و تہلیل کے ذریعہ افق آسمان کے باریک چاند کی چال چلتے ہوئے آپ ترقی کرتے رہے۔

ولم تزل ناهضاً تبغي التنقلَ في　　مجلى تدَلّيكَ من ميلٍ إلى ميلِ

[۱۰] آپ برابر ترقی کرتے ہے۔ اور اپنے ترقیِ درجات میں ایک میل سے دوسرے میل تک منتقل ہوتے رہے۔

أنيتَ في مذهب الدنيا الذهابَ فلم　　تسم لديك بتعجيلٍ وتأجيلِ

[۱۱] دنیا کے راستے میں چلنے سے آپ نے گریز کیا، تو جلد و تاخیر

لله درّ فتى الشرقين مِن بطلٍ　　عالٍ عن الجرحِ ملحوظٍ بتعديلِ

[۱۲] اللہ ہی کے لیے خوبی ہے، اس مشرق و مغرب کے بہادر نوجوان کے لیے جو تنقید سے بالاتر ہے اور جس کے عدل کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

مولاهُ أبرزهُ في طورِهِ ملكاً　　مُكلّلاً من تجليهِ بإكليلِ

[۱۳] اس کے مولی نے اسے ایک تاج والے بادشاہ کے طور پر ظاہر کیا۔ اور اسے اپنی تجلی کا تاج پہنایا۔

تألّقتْ في سما الإرشاد طلعتُهُ　　شمساً لنا إن سرى قومٌ بقنديلِ

[۱۴] اگر قوم چراغ کی روشنی میں چلے تو رشد و ہدایت کی بلندی میں آپ کی روشنی ہمارے لیے ایک سورج کے مانند روشن ہوئی۔

يحمي الحمى من أسود الله ليث هدى　　ولم نشبّهَهُ بالضاري والفيلِ

[۱۵] وہ چراگاہ کا محافظ ہے، اللہ کے شیروں میں سے ہدایت کا شیر ہے۔ ہم اسے پھاڑ کھانے والے حیوان یا ہاتھی سے مشابہ نہیں قرار دیتے۔

أتى على فترةٍ والشرعُ زلزلهُ   عصائبُ الغيّ عن كيدٍ وتضليلِ

[۱۶] وہ ایک لمبے وقفے کے بعد تشریف لائے، اور گمراہی کی عصبیتوں نے مکرو فریب کے ذریعہ شریعت مطہرہ کو متزلزل کر دیا تھا۔

والدينُ أقفلَ يبكي سوءَ غربتَهُ   موطّد الركبِ في أطمارِ مخذولِ

[۱۷] اور دین اپنی اجنبیت پر آنسو بہا رہا تھا۔

فجدّدَ السُنةَ السمحاءَ يوم تلا   آيَ المعاني بتجويدٍ وترتيلِ

[۱۸] تو آپ نے سنت کی تجدید فرمائی جس دن کہ تجوید و ترتیل کے ساتھ آپ نے آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

وقام يظهرُ من غِرِّ الخوارقِ ما   طواهُ منشورُ فُرقانٍ وإنجيلِ

[۱۹] اور قرآن و انجیل کے پیغام میں چھپے ہوئے معجزات کو ظاہر کرنے لگے۔

وفي يديه لواءُ الشرعِ خافقةً   بنودُهُ خفقُ تعليمٍ وتكميلِ

[۲۰] آپ کے دونوں ہاتھوں میں مکمل شریعت کا عَلَم تھا، جس کے ذریعہ آپ نے تعلیم و تکمیل فرمائی۔

وكل ناقصِ علمٍ سيق منه إلى   كمالِ دينٍ علا عن خبطِ تحويلِ

[۲۱] اور ہر کم علم والا آپ کی بدولت دین کے کمال سے پُر ہو گیا، اور حیلہ سازی کے خبط سے بلند و برتر ہو گیا۔

حتى دعاه رسول اللهِ مُلتفتاً   له ومِن كفّهِ كوفي بتقبيلِ

[۲۲] یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو طلب فرما کر آپ کی جانب توجہ فرمائی۔ اور آپ ﷺ کے دست اقدس کے بوسہ سے ان کی مدد کی گئی۔

فصار أزراً لهذا الدينِ أو وزراً   لأهلِهِ ضارباً عنهم بمصقولِ

[۲۳] توآپ اس دین حنیف کے لیے قوت وبازو بن گئے، اور دین والوں کے لیے ایک بھاری بھرکم چیز ہوگئے کہ صیقل شدہ تلوار کے ذریعہ ان کا دفاع کرنے لگے۔

وحاز من لثم راح الهاشميّ يدا قضت له في بني العليا بتفضيلِ

[۲۴] اور رسول ہاشمی ﷺ کے دست اقدس کو چوم کر اہل شان میں آپ کی بلندی کا فیصلہ ہوگیا۔

سِرٌّ تمكّن من أوجِ البقا فسرى برونقٍ عَزّ عن نقضٍ وتعطيلِ

[۲۵] یہ ایک راز ہے، جو بقا کی بلندی میں جگہ پا گیا، تو اس کے اندر ایسی رونق سرایت کر گئی جو ٹوٹنے اور معطل ہونے سے پرے ہے۔

عنايةٌ حارَ أقطابُ الرجالِ لها وليس من بعدها ركزٌ لذي قيلِ

[۲۶] آپ کی ذات پر یہ ایسی عنایت ہے جس پر اقطاب بھی محو حیرت ہیں۔ اور اس کے بعد کسی معترض کے لیے کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

أتباعُهُ خُلّصُ القومِ الكرامِ وقد سرى بهم لا على حرفٍ وتبديلِ

[۲۷] آپ کے متبعین معزز قوم کے مخلصین ہیں۔ کسی تحریف اور تبدیلی کے بغیر خلوص ان میں سرایت کر گیا ہے۔

وأمّ فيهم صراطُ الإصطفا وروى عن جده المصطفى أسرارَ جبريلِ

[۲۸] آپ نے ان کی صفا کے راستے میں رہنمائی کی۔ اور اپنے جد کریم ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام کے اسرار کی روایت کی۔

يا صاحِ إن تطرح الدعوى وقائلها تجدهُ أشرف متبوعٍ ومقبولِ

[۲۹] اے دوست! اگر تم دعویٰ اور مدعی کو پس پشت ڈال دو، تو انھیں بہترین مقتدا اور مقبول شخص پاؤ گے۔

ظلت سلاطينُ أهلِ الله قاصرةً عن شأوةِ الكل من جيلٍ إلى جبلِ

[۳۰] سرزمین جیل سے جبل تک کے اکابر اولیا اللہ آپ کے مرتبے تک پہنچنے

سے قاصر رہ گئے۔

ومثلهم عاجزٌ عن بعض سيرتِهِ　　أبو النجيبِ وعبد القادر الجيلي

[۳۱] اور جو ان کے مثل ہیں، جیسے شیخ ابو النجیب، اور شیخ عبد القادر جیلانی، وہ بھی آپ کی بعض سیرت و عادات سے عاجز ہیں۔

ولو طفتَ رقى عرش الإمامة ما　　طولبتَ أنتَ على هذا بتحليلِ

[۳۲] اگر عرش امامت کی بلندی کا طواف کرو تو اس پر تم سے کسی تجزیہ اور تحلیل کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔

فقل لبهجةِ شمسِ الأُفقِ أن طلبتْ　　فوقيةً بفنا جدرانِهِ قيلي

[۳۳] سورج کی رونق سے کہہ دو کہ اگر اسے بلندی کی طلب ہے تو ان کی دیواروں کے صحن میں آرام کرے۔

شيخٌ تمحَّضَ من جسم البتولِ هدى　　أهدى لكشف الغطا آياتُ تنزيلِ

[۳۴] وہ شیخ ایک پارسا کے بدن سے خالص ہدایت بن کر تشریف لائے، جس نے قرآنی آیات کی مجملات کی تفسیر کی جانب رہنمائی کی۔

وعن أبيه على كمٍّ روى حِكماً　　من نغمةِ المصطفى رِيضت بمنقولِ

[۳۵] اور انھوں نے اپنے والد گرامی کے ذریعے مصطفی ﷺ سے شمار حکمت کے نغمات روایت کیے۔

أدعوهُ يا تاج هامات الشيوخ أغِث　　يا ليت قفر الفيافي أشرف الغيلِ

[۳۶] میں انھیں پکارتا ہوں، اے مشائخ کے سروں کے تاج! میری مدد کیجیے

دارِكْ بعزمِكَ عجزي يا ابن فاطمةٍ　　فأنت ذُخري ومسئولي ومأمولي

[۳۷] اے فاطمہ کے لعل! اپنے عزم و حوصلے سے میری عاجزی کا علاج کیجیے۔ آپ ہی میرے لیے ذخیرہ آخرت، ذمہ دار اور امید گاہ ہیں۔

عليك دوماً سلامُ الله تكنفُهُ　　يدُ الرضا لك مصحوباً بتبجيلِ

[۳۸] آپ پر ہمیشہ دست رضا، عزت و کرامت کا ساتھی بن کر، اللہ کی سلامتی نازل ہو۔

والمنبجي وذو العلياءِ حيوةَ ثم الزعفرانيُّ والهيتيُّ والزولي

شیخ یعقوب بن کراز رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ شیخ سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کرسیِ وعظ پر جلوہ افروز ہوئے، حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پیش کرنے کے بعد فرمایا: ولی اپنے رب کی بارگاہ میں اس درجے کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے عطا کرتا ہے، اور منع کرتا ہے۔ اس کی مال داری اور فقیری، قیام و قعود، اطلاق و تقیید، سب اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ کی نعمت کا شکر اس کا ذکر ہوتا ہے۔ شرعی ضابطہ ہے: و ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید۔

مجھے دو ایسی خصلتیں عطا کی گئیں جو شیخ منصور کو بھی عطا نہ کی گئیں۔ شیخ عاشق تھے، میں معشوق ہوں۔ عاشق مشقت برداشت کرتا ہے، اور معشوق کے ناز اٹھائے جاتے ہیں۔

دوسرے مجھے حکمت عطا کی گئی جو انھیں عطا نہ کی گئی۔ اور میں اس مقام پر پہنچ گیا کہ اگر میرے دل میں نافرمانی کا خیال آجائے تو میں اللہ کا نافرمان بندہ شمار کیا جاؤں۔ کیوں کہ اللہ کے احکام کے مطالع کی موافقت عبدیت کے مرتبے سے جو اللہ کے اس فرمان کے ساتھ قائم ہے۔ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان۔ بے شک میرے بندوں پر تیرا قابو نہیں ہے۔ اور اللہ کے دشمن کو اللہ کی جماعت پر قابو اور دسترس کیسے ممکن ہے جو اللہ کی پناہ میں ہیں۔ دشمن کے لیے شقاوت اور نیک بندوں کے لیے بھلائی سبقت کر چکی ہے۔ یہی زبردست غلبہ والے اور پاک و طاہر اسرار و رموز والے ہیں۔ ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔ اور جو ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے، وہ ہمارے نزدیک مردانِ خدا کے دیوان میں نہیں لکھا جاتا۔

یہ عمدہ برکتیں اور چمکتے انوار ابن عبداللہ ابوالطاہر رسول موید سید اعظم رؤوف ورحیم محمد رسول اللہ ﷺ کے بحرِ کرم سے چُلّو لیتے ہیں۔ ہم نے صدق کے ساتھ ان کا اتباع کیا، اور حکم کے مطابق ان کی پیروی کی۔ یہ وہی ہیں جو ہمیں جہنم سے دور لے جانے والے ہیں۔

پھر ہیبت وسکینہ سے مزین ہوکر یہ اشعار پڑھے:

على أي ظنٍ رد قاضي الهوى الدعوى　　وفي القلب سرٌّ نشره قط لا يُطوى

[۱] خواہش پرست نے کس گمان پر دعویٰ خارج کردیا، اور دل میں ایک راز کی بات ہے، اس کے فاش ہونے کو روکا نہیں جاسکتا۔

غرامٌ بحبل الروحِ منعقدٌ على　　وثيقة عهدٍ كلها البرُّ والتقوى

[۲] وہ روح کی رسّی اور عہد و پیمان وثیقے سے بندھا ہوا ہے، یہ تمام نیکی اور پرہیزگاری ہے۔

أقمتُ عليها في حمى الصدق حجةً　　لها من معاريج الهدى الغاية القصوى

[۳] میں نے سچائی کی حمایت میں جو اصل مقصد ہے ہدایت کے زینوں سے اس پر دلیل قائم کردی۔

وزمزمتُ كأساً حلَّ فيه مدامة　　حرامٌ على أهل التجاوزِ والدعوى

[۴] میں نے ایسا پیالہ بھرا جس میں معرفت حلول کرگئی جو حد سے بڑھنے والوں اور اصحاب دعویٰ پر حرام ہے۔

وصنتُ له سراً قديماً حديثه　　عن الحجج الإثبات خير الورى يُروى

[۵] میں نے اس قدیم راز کی حفاظت کی جو دلیلوں سے مزین ہے۔ اور جس کی روایت خیر الوریٰ ﷺ سے ثابت ہے۔

خزانة وصلٍ كل من رام فتحها　　فقد أغلق اللذات واستفتح البلوى

[۶] یہ وصل کا خزانہ ہے، جس کسی نے بھی اسے کھولنے کا ارادہ کیا، تو اس نے لذتوں کو بند کردیا، اور آزمائش کے دروازے کھول دیے۔

وأول ما يُقضى على من يرومها قبولُ البلا والبعد عن موطن الشكوى

[۷] جو اس کا ارادہ کرے اس کے خلاف سب سے پہلے آزمائش کو قبول کرنے اور جائے شکایت سے دوری اختیار کرنے کا فرمان جاری کیا جاتا ہے۔

دنا السدرة القعساء منها جهابذٌ قد اتبعوا المختارَ في السر والنجوى

[۸] اس کے ذریعہ بڑے بڑے لوگ سدرہ کی بلندی کو پہنچ گئے جنھوں نے آہستگی اور سرگوشی میں احمد مختار ﷺ کی اتباع کی۔

وصاموا عن الآثار صوم مودِّعٍ فصانوا حماهم من هذيم ومن حذوى

[۹] انھوں نے آثار سے الوداعی روزے رکھے، اور اپنی چراگاہ کی حفاظت کی۔

سرت عيسهم والضوء كفكفه الدجا وتاهت أدلاّء القفولِ عن الفحوى

أخذتُ وحيداً راية السير بعدهم أجوبُ طريقاً في الدروبِ هو الأسوى

[۱۱] ان کے بعد میں نے تنہا سیر کا علم اپنے ہاتھوں میں لے لیا، اور میں ایسی راہ طے کرتا ہوں جو سب سے سیدھی ہے۔

ونصبتُ في أثنا المسير مذاهبا علي نصها بين الأُلى صحّت الفتوى

[۱۲] میں نے سفر کے دوران راستے کے کچھ نشانات نصب کردیے کہ ان کے درمیان اس کے ظاہر پر فتویٰ دینا درست ہے۔

كذا من أراد الحب فليحتفل به وإلا فما نيل المنى لقمة الحلوى

[۱۳] اسی طرح جو بھی محبت کا ارادہ کرے وہ ان کی مجلس اختیار کرے، ورنہ حلوہ خوری سے امیدیں بر نہیں آسکتیں۔

اور آپ کی مجلس مبارک کا خاتمہ ایسے کلام پر ہوا جس سے عقل غافل اور فکر طیش میں ہے۔ اس مجلس میں سب سے آخری بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے ہدایت و ارشاد کا دروازہ کھولا، اور اس صدی میں باب ارشاد کو میرے حوالے کیا؛ لہذا یہ زمانہ حکومت محمدیہ رفاعیہ کے ظہور کا زمانہ ہے اور اس کی

راہ طریقت مرتضویہ علویہ ہے، اس کے شارع ابن عبداللہ پر افضل ترین درود و سلام نازل ہو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہٖ وسلم۔

پھر آپ نے ائمہ کا ذکر خیر کیا اور منبر سے نیچے تشریف لائے، آپ کے اس بیان سے عقل وقلب مسلوب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وعن اعوانہٖ اولیا اللہ اجمعین۔

شیخ عارف باللہ عمر فاروثی کازرونی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: حضرت شیخ رفاعی کی شان یہ تھی کہ آپ کی ثابت قدمی، بلند ہمتی اور تمام احوال میں آپ کی قدرت میں، امور و حوادث، وقت اور حالات اور نازل ہونے والی مصیبتوں سے کچھ بھی تبدیلی نہ آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حالت پر برقرار رہنے والے کو قدرت اور قوت حال کے سبب کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ اس پر کوئی چیز بعید ہے نہ دشوار۔ کیوں کہ انھیں بچپن ہی میں حکمت سے نواز دیا گیا تھا۔ اور بڑے ہونے پر معرفت سے۔ لہذا کسی چیز نے ان میں تغیر پیدا نہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے حکم پر مامور ہوں اگر مجھے کچھ عطا کرے تو وہ میرے پاس بطور عاریت ہے، اور اسے اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔ اور اسی کی بارگاہ میں محمود ہے۔ اور اگر مجھ سے کوئی چیز روک لے تو بندے کو اعتراض کا کیا حق؟ جو خود اپنے اوپر حکم نافذ کر سکے نہ تصرف کر سکے وہ حاکم مطلق پر کیسے اعتراض کر سکتا ہے۔ خبردار! تمام امور مالک کے سپرد ہیں، دونوں جہان میں اس کے حکم پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ جنس وانس کے معاملات ان کے تابع کر دیے۔ اور فرمایا ان کا حق ادا کرو۔ ان میں جو صاف ستھرا ہے، وہ تمھارا ہے، اور جو ناصاف ہے، اس کی اصلاح میرے ذمہ کرم پر ہے، اور نئی چیزوں میں سے جو چاہو لے لو۔

برائیوں سے صاف ستھرا کرنا میرے ذمہ کرم پر ہے، ادھر ادھر بھٹکنے والوں کو راہ راست پر واپس لاؤ اور ان کے لیے مجھ سے ضمانتیں لے لو۔ میں جس کا ضامن ہوں اسے توفیق عطا کرنا اور اسے پورا کرنا میرا کام ہے، میری ملکیت سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ غالب بخشنے

والا میں ہی ہوں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

وربُكَ لو نظرتَ إلى أُناسٍ　　　عزائمهم تجلُّ عن الصفاتِ

[۱] تیرے رب کا فرمان ہے، اگر ایسے لوگوں کو دیکھو جن کے حوصلے کی بلندی بیان ووصف سے باہر ہے۔

لهم هِمَمٌ بها بلغوا الأماني　　　تنافسهم لنيل المكرُماتِ

[۲] ان کے عزائم ایسے بلند ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی منزل کو پہنچ گئے۔ بھلائیاں حاصل کرنے کے لیے وہ جلدی کرتے ہیں۔

رؤسهم له خجلاً أذلّوا　　　وجدُّوا بالصيامِ وبالصلاةِ

[۳] بارگاہ خدا میں ان کے سر شرمندگی سے جھکے رہتے ہیں۔ وہ نماز اور روزے میں خوب محنت کرتے ہیں۔

فقام لهم بما طلبوه منه　　　ونفّذَ أمرهم في الكائناتِ

[۴] انھوں نے اپنے رب سے جو سوال کیا اس نے انھیں عطا فرما دیا۔ اور کائنات میں ان کا سکہ رائج ونافذ فرما دیا۔

وحكَّمهم وقرَّبهم إليه　　　وأتحفهم بحلِّ المشكلاتِ

[۵] انھیں حاکم بنا کر اپنا مقرب بنالیا، اور انھیں حل مشکلات کا تحفہ عطا کیا۔

هُمُ الأقطابُ والأبدالُ حقا　　　وهم أهل الأمورِ المنُجياتِ

[۶] درحقیقت وہی اقطاب و ابدال ہیں اور نجات دینے والے امور کے اہل بھی وہی ہیں۔

بهم مطرُ السماءِ يعمُّ نفعا　　　ووجهُ الأرضِ يزهو بالنباتِ

[۷] انھی کے صدقے آسمان کی بارش کا نفع عام ہوتا ہے، اور روے زمین ہریالی سے لہلا اٹھتی ہے۔

ولولا كونهم في الأرض زالت　　　وزُلزِلَ بالجبالِ الراسياتِ

[۸] اگر روے زمین پر ان کا وجود مسعود نہ ہوتا تو زمین اپنی جگہ سے ٹل جاتی، اور اونچے اونچے پہاڑ ہلا دیے جاتے۔

فكم نِعَمٌ لهم ويدٌ وفضلٌ وكم منحوا بآيٍ محكَماتِ

[۹] ان کی نعمتیں اور فضل واحسانات بے شمار ہیں، انھیں بہت سی محکم نشانیاں عطا کی گئیں۔

وفي يوم الحساب لهم عطاءٌ يحيِّرُ للعيونِ الناظراتِ

[۱۰] بروز قیامت انھیں ایسے عطیات سے نوازا جائے گا کہ دیکھنے والوں کی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

على أرواحهم حياً وميتا تحياتٌ عديد النيِّراتِ

[۱۱] موت وحیات کی حالت میں ان کی مبارک روحوں پر بے شمار تحیات و انوار نازل ہوں۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مفتی، فقیہ زمانہ یحیٰ بن عبداللہ بن عبدالملک شافعی واسطی کا وہ قصیدہ درج کر دیا جائے جس میں آپ نے شیخ امام اہل حال کے قبلہ سید احمد رفاعی کی مدح سرائی کی ہے۔ قصیدہ یہ ہے:

ما كلُّ مَن طلب العليا لها سلكا كلا ولا كل من رام العُلا ملكا

[۱] ہر وہ شخص جو بلندی کا طالب ہوا وہ اس راہ پر نہیں چلا اور نہ ہی ہر وہ شخص جس نے بلندی کا ارادہ کیا، اس پر قابو پاسکا۔

ألا فقُل لرجال المجد أن فتى يحاول المجد فليسعى ولو هلكا

[۲] آگاہ! اصحاب شرف سے کہہ دو جو بھی جواں مرد مجد و بزرگی کا خواہش مند ہو وہ اپنی کوشش جاری رکھے اگرچہ وہ اس راہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جائے۔

كاد الرفاعي حيا الله محضَرَهُ يمسُّ بالهِمةِ الفعالةِ الفلكا

[۳] امام رفاعی (اللہ ان کی مجلس کو شاد و آباد رکھے) اپنی بلند تر ہمت کے ذریعہ ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ آسمان کی بلندیوں کو چھولیں گے۔

تقمَّصَ الفضلَ طفلاً واستبان به ‏ ‏ ‏ ‏ کهلاً نظام العُلا فاستقرب الحبكا

[۴] آپ نے بچپنے میں ہی فضل و کمال کی قمیص زیب تن فرمالی، اور پکی عمر میں بلندی کا نظام آپ کی ذات سے ظاہر ہوا۔

كأنه صِيغَ عرفاناً فقام على ‏ ‏ ‏ ‏ نهج البلاغة شيخاً قبل ما احتنكا

[۵] گویا آپ کی نشو و نما معرفت کے لیے ہوئی تھی تو تحنیک سے پہلے ہی بلاغت کے طریقے کے شیخ کے طور پر ابھرے۔

قامت به شبك التقوى فأرصدها ‏ ‏ ‏ ‏ ومدَّ في كل فجّ للهدى شركا

[٦] تقویٰ کی رسیاں آپ کے ساتھ ہوگئیں، تو آپ نے اس کو واضح کیا، اور ہر راستے میں ہدایت کی رسی پھیلادی۔

ومزَّق الليل بالعضبِ المجردِ من ‏ ‏ ‏ ‏ قِراب عزم قيام الليل ما تركا

[۷] قیام اللیل کے عزم مصمم کے گھڑوں سے رات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور کچھ نہ چھوڑا۔

وسيَّر اليوم مبهوتاً وساعده ‏ ‏ ‏ ‏ طرفٌ متى ضحك اللاهي الخليُّ بكى

[۸] اور دن کو ہکا بکا کر دیا اور تائید الٰہی نے ان کی مدد کی جب کہ بے کار شخص لہو و لعب میں مشغول ہو کر ہنس رہا تھا۔

وكل أوقاته فكرٌ ومعرفةٌ ‏ ‏ ‏ ‏ وسيرةٌ أشبعت زواره نُسُكا

[۹] آپ کے تمام تر اوقات فکر و معرفت سے عبارت ہیں، اور آپ کی سیرت نے زائرین کو قربانی سے سیراب کر دیا۔

لو أنت أبصرته في طيّ خلوته ‏ ‏ ‏ ‏ تقول هل ملِكاً أبصرتَ أم ملَكا

[۱۰] اگر تم انھیں خلوت کی تہ میں دیکھو تو حیرانی میں فیصلہ نہ کر سکو گے کہ تم نے کسی بادشاہ کو دیکھا یا فرشتے کو۔

مقنعٌ برداء الفقر تحسبَهُ اسكندر أو عليه الجيش قد حبكا

[۱۱] آپ فقر کی چادر پر قناعت فرمانے والے ہیں، تم انھیں سکندر گمان کروگے یا لشکر کا سالار۔

ممزوجةٌ من رسول الله طينته أنعم بأصلٍ به طين الصفيِّ زكا

[۱۲] ان کی اصل رسول اللہ ﷺ سے ملی ہوئی ہے، وہ کتنی عمدہ اصل ہے، آپ ساتھ ستھری مٹی سے پاک صاف ہیں۔

ما سيّر القلب في أرض يطالبها إلا وأحكم فيها الدين أوفتكا

[۱۳] آپ نے زمین میں دین کو کس قدر مضبوط بنا دیااور اس کے راستے واضح کردیے۔

مُدَّت له يد طه ثم قبّلها يهنيه مجدٌ نأي أن يقبل الشُركا

[۱۴] رسول گرامی ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے لیے بڑھایا، جسے انھوں نے بوسہ دیا، مجد و شرف انھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے آپ اپنے شرکا سے بہت بلند ہیں۔

والمصطفى بكتاب العتق أكرمه والله أحيا له لما دعا السمكا

[۱۵] مصطفی کریم ﷺ نے انھیں کتاب العتق سے نوازا، اور ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو زندہ کردیا۔

وأيدت شرعه الهادي طريقته أكرم بشيخ سلوك المجتبى سلكا

[۱۶] آپ کی طریقت نے حضور ﷺ کے رہنما شریعت کی تائید فرمائی، وہ کتنے مکرم شیخ ہیں، جو راہ مصطفی پر چلے۔

كأنه الغيث قد تحيا البقاع به أو أنه الشمس يمحو نورها الحلكا

[۱۷] گویا کہ آپ بارش رحمت ہیں جس سے زمین سر سبز ہوجاتی ہے۔ یا ایسے سورج ہیں جس کی روشنی تاریکی کا پردہ چاک کردیتی ہے۔

صحَّت له من أبيه المرتضى ذِمَمٌ   ألقت عليه بإرث المصطفى الدركا

[۱۸] آپ کے لیے آپ کے والد بزرگوار حضرت علی مرتضی سے کچھ ذمہ داریاں ثابت ہیں، جنھوں نے آپ کی جانب وراثت مصطفی ﷺ کا علم القا فرمایا۔

أكابر لقوم رهط من رعيته   والفخر لو حزبهم في خلقه انسبكا

[۱۹] اکابر قوم آپ کی رعایا کے فرد ہیں۔

ما قال شطّاحهم سكرا مقولته   إلا وبلّغ من تمكينه الحسكا

[۲۰] اہل شطح نے حالت سکر میں جو بھی قول کیا

ولا رآه فتى بالوجد منهمكٌ   إلا وأصبح بالآداب منهمكا

[۲۱] جس کسی جوان نے آپ کو وجد و حال میں مشغول دیکھا، وہ خود ہی آداب میں مشغول ہوگیا۔

عياله سادة الأقطاب وهو بهم   يُدعى إذا الخطب راع الحي واعتركا

[۲۲] حضرات اقطاب ان کی عیال ہیں، اور ان کے ذریعہ وہ اس وقت پکارے جاتے ہیں جب قبیلے کو مصیبتیں خوف و دہشت میں مبتلا کردیں۔

يا سيدٌ شُرِّفت أرضُ العراق به   وصيتُهُ جاوز القطبين وانسلكا

[۲۳] اے آقا! جن کی ذات سے سرزمین عراق کو مشرف کیا گیا، اور جن کی شہرت قطب شمالی و قطب جنوبی سے تجاوز کرگئی۔

ويا إماما علت آيات حِكمتِهِ   وطوّق العصرُ دُرَّ الفضلِ حيث حكى

[۲۴] اے امام زمانہ! جن کی حکمت کی نشانیوں نے چیزوں کی علتیں بیان کیں، اور جہاں آپ کی بات آگئی تو زمانہ نے آپ کو فضل کے موتی کا ہار بنا دیا۔

خُذها رشيقة أسلوبٍ ترصعها   خصالك الزهر والمنظوم منك لكا

[۲۵] اس عمدہ اور مرصع طرز تحریر کو قبول فرمالیں، رونق تو آپ کے لیے خاص ہے۔ اور یہ نظم آپ کی عطا سے آپ ہی کے لیے ہے۔

حلیہ مبارک: شیخ عارف باللہ عبدالملک بن حماد موصلی قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ سید احمد رفاعی حِلم، نرمی اور تواضع کے بلند ترین مرتبے پر فائز تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے ''اے سیدی'' کہہ کر مخاطب ہوتے، خود بینی کے کبھی قریب ہوئے اور نہ کبھی کسی مخلوق پر اپنی فضیلت و خصوصیت ظاہر کی۔ لوگوں پر شاہانہ خرچ کرتے، اور اپنے اہل و عیال میں آپ کی زندگی فقیروں جیسی ہوتی۔ فرمایا کرتے: اللهم لا عيش إلا عيش الآخرة، مولا! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ سفید قمیص، سفید چادر، سفید اونی موزہ پہنتے۔ اور کالا خضاب کرتے۔ عمامہ باندھتے، بعض اوقات سر پر سفید عمامہ بھی رکھتے۔ بلند قامت، لاغر بدن، بہت مسکرانے والے، کم ہنسنے والے، پُر وقار چال والے، اور پُر جلال و باہیبت شخص تھے۔ آپ کے ہم نشین نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ آپ کا یہ حال آپ کی نرمی، ظرافت طبع، حسن اخلاق اور نرم طبیعت کا مالک ہونے کے باوجود تھا، اور یہ سب آپ کے علم، عقل، عبادت، کمال، فضائل و مناقب، مجد و شرف، علو نسب، کرم و سخا، کرامات، عمدہ حکمت، سنن محمدیہ کی اتباع، عظمت شان اور شہرت و ناموری سے دوری اور اپنے زمانے میں منفرد شان و شوکت کے سبب تھا۔ نفعنا اللہ بہ والمسلمین، آمین۔

شیخ رافعی ''مختصر سواد العینین'' میں رقم طراز ہیں: شیخ امام عمر ابو الحفص، شہاب الدین سہروردی نے مجھے خبر دی، وہ اپنے چچا ولی عارف شیخ الشیوخ ابو النجیب سے راوی ہیں، وہ اپنے شیخ امام محمد بن عبداللہ بصری سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہم نے جملہ اولیا کے مقامات وصول و سیر میں ان کی انتہا کا ادراک کر لیا، سوائے سید احمد رفاعی کے، کیوں کہ سیر میں آپ کی انتہا سے ہم واقف نہ ہو سکے، ہمارے زمانہ کے مردان حق اس رخ کو پہچانتے ہیں، جو آپ کے لیے خاص ہے۔ اور جو آپ کے مرتبے تک پہنچنے کا دعوی کرے، یا آپ کے مرتبے پر مطلع ہونے کا دعویٰ کرے، اسے جھوٹا سمجھو۔ میرے بھائیو! اس ذات کی تعریف و

تحدید ممکن نہیں، یہ وہ شخص ہیں جو بشری موانع اور نفسانی رکاوٹوں سے خالی ہیں، جیسے جسم سے کپڑا الگ کر دیا جائے۔ ہمارے زمانے کے جملہ اکابر و اصاغر اولیا خواہ ان کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے، اور وہ عربی ہوں یا عجمی، سب ان کے عیال ہیں۔ انھیں سے مدد طلب کرتے ہیں، اور انھیں سے لیتے ہیں، آپ شیخ الکل فی الکل ہیں۔ وہ اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عطایا لیتے ہیں اور اہل زمین پر انھیں تقسیم کرتے ہیں۔ اللہ کے اذن سے ان کی مدد ختم نہیں ہوتی، اور قیامت تک ان کی اور ان کے آل کی حکومت ہوگی، محب کی رضا سے حاسد کا برا ہو، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اور نہ ہی کسی میں اس کے فیصلے کی مخالفت کرنے کی طاقت ہے۔

شیخ رافعی مزید فرماتے ہیں: سند المحدثین، شیخ عبدالسمیع ہاشمی نے بغداد میں مجھ سے یہ بیان کیا کہ جب سید احمد رفاعی کا ذکر چھڑ گیا تھا تو فرمایا: عبدالکریم، سید احمد اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے، جو روے زمین پر چلتے، آپ کے دور میں آپ کے ہم مثل پر نظر نہ پڑی، اسلاف میں بھی ان کے جیسے کم ہی ہوئے ہیں، اور بعد میں آنے والوں میں تو ان کا ہمسر پایا ہی نہیں جاتا، آپ کا طریق کتاب و سنت تھا۔ کردار کے غازی تھے، نہ کہ گفتار کے۔ آپ کے قہر حال نے اس پر فیصلہ کر دیا اور اس کا طریقہ غالب آیا، آپ امام، عالم، عادل تھے، اگر تم انھیں دیکھتے تو گویا تمام اسلاف کو دیکھ لیتے۔

و لیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کی ذات سے یہ بعید نہیں کہ شخص واحد میں پوری دنیا کی خوبیاں جمع فرما دے۔

ایک دن جب کہ ام عبیدہ زائرین سے بھرا ہوا تھا، میں نے آپ کو روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا:

حیرت فيك العقلاء　　　یا من لعقلی عقلا

[۱] تونے اپنے بارے میں اہل عقل کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ اے وہ ذات جس نے مجھے عقل و شعور کی دولت عطا کی۔

كتمت فيك حالتي　　　　فضحتني بين الملا

[۲] تیری معرفت کے بارے میں میں نے اپنی حالت کو چھپانا چاہا لیکن تونے لوگوں میں اسے عام کر دیا۔

عقیدہ: شیخ امام جمال الدین خطیب حدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز جمعہ کے دن، سرزمین ام عبیدہ میں بعد نماز جمعہ ۵۷۰ھ میں جب کہ آپ کے اصحاب اور ائمۂ زمانہ آپ کو گھیرے ہوئے تھے، حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اپنی کرسیِ مبارک سے فرمایا: میری طریقت ایک پاک عقیدہ ہے، اور ایک آباد تخت ہے، اور اللہ کی رضا کے لیے دنیا و آخرت کی لالچ کو ترک کر کے اس کی جانب متوجہ ہونا ہے۔

جب مجلس شریف اختتام کو پہنچی تو شیخ یعقوب بن کراز نے عرض کی، حضور اگر عقیدے کے بارے میں ہمارے لیے ایک وثیقہ تحریر فرما دیں تو ہم اسی پر اعتماد کریں، اور ہماری طرح آپ کے بعد آپ کے مریدین بھی اس پر اعتماد کریں گے۔ تو حضرت نے ان کی بات مان لی۔ دوات اور کاغذ لانے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا، لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس سے ابتدا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ جو چاہے کرے، بزرگ عرش کا مالک، سخت پکڑ والا ہے، اپنے مخلص بندوں کو درست راہ کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔ توحید کی گواہی دینے کے بعد ان پر احسان فرمانے والا ہے۔ ان کے عقائد کو شکوک و شبہات کی تاریکیوں سے بچانے والا ہے۔ انھیں اپنی تائید اور درستی کے ذریعہ اپنے منتخب رسول ﷺ کی اتباع اور آپ کے صحابۂ کرام کی پیروی کی جانب لے جانے والا ہے۔ اور اپنی ذات و صفات میں ایسے محاسن

اوصاف کے ذریعہ ان پر تجلی فرمانے والا ہے جن کا ادراک وہی کر سکتا ہے جس نے بغور سنا اور اس پر گواہی دی۔ اپنی ذات کے بارے میں انھیں یہ عرفان بخشنے والا ہے کہ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تنہا ہے، اس کا کوئی ہم مثل نہیں، بے نیاز ہے، اس کا کوئی مقابل نہیں، بے مثال ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ قدیم ہے اس کا اول نہیں، ازلی ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، اس کا وجود ہمیشہ سے ہے اس کے لیے انتہا نہیں۔ وہ ابدی ہے، قیوم ہے، اس کے لیے ختم ہونا نہیں۔ ہمیشہ سے ہے، اس کے لیے انقطاع نہیں، وہ ہمیشہ جلال کی صفتوں سے متّصف رہا۔ اس کے ختم ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وقت خود ہی ختم ہو جائے گا۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ اس کے لیے کوئی جسمانی شکل و صورت نہیں۔ اور نہ ہی وہ کوئی محدود و مقدر جوہر ہے۔ اجسام اس کے جیسے نہیں ہو سکتے، نہ تقدیر میں اور نہ انقسام کو قبول کرنے میں۔ وہ جوہر نہیں نہ جوہر اس میں حلول کر سکتا ہے۔ نہ عرض ہے نہ اس کی ذات میں اعراض سما سکتے ہیں۔ بلکہ نہ وہ کسی موجود کے جیسا ہے، اور نہ کوئی موجود اس جیسا۔ اس کی طرح کوئی چیز نہیں۔ نہ وہ کسی چیز کی طرح ہے۔ مقدار اس کی حد بندی نہیں کر سکتی۔ اور نہ اطراف اس کا احاطہ کر سکتے ہیں، نہ قطر اور نہ آسمان۔

وہ عرش پر مستوی ہے اسی طور پر جیسا اس نے فرمایا اور جو معنیٰ اس نے مراد لیا۔ ایسا استوا جو چھونے، ٹھہرنے، حلول اور انتقال سے منزہ ہے۔ عرش اس کو نہیں اٹھا سکتا، بلکہ عرش اور اس کے اٹھانے والے فرشتے اس کی قدرت کی مہربانی سے خود ہی اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے زیر قبضہ مقہور ہیں۔ وہ عرش بلکہ ہر شَے سے فائق ہے۔ عرش اور آسمان کی قربت سے اس کی ذات میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ وہ عرش سے درجوں بلند ہے، جیسا کہ تحت الثریٰ سے وہ بے انتہا بلند ہے، ان سب کے باوجود ہر موجود سے قریب ہے۔ وہ اپنے بندوں سے ان کی شہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ہر شَے پر گواہ ہے۔ اس ذات کی قربت

اجسام کی قربت جیسی نہیں، جیسے اس کی ذات اقدس اجسام کی ذات جیسی نہیں، وہ کسی شَے میں حلول نہیں کرتا، اور نہ ہی کوئی شَے اس میں حلول کر سکتی ہے۔ اس کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ کوئی مکان اس کا احاطہ کر سکے، جیسا کہ وہ زمانے کی حد بندیوں سے پاک و منزہ ہے۔ بلکہ اس کا وجود زمان و مکان کی پیدائش سے پہلے ہے۔ وہ اس وقت بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ وہ اپنی صفات میں بھی مخلوق سے جدا ہے۔ اس کی ذات میں اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور نہ ہی اس کے سوا میں اس کی ذات ہے۔ وہ بدلنے اور منتقل ہونے کے عیب سے پاک ہے۔ اس کی ذات پر حوادث کا گزر نہیں، رکاوٹیں اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں بلکہ وہ اپنی صفات جلالیہ میں ہمیشہ زوال سے منزہ رہے گا۔ اور اپنی صفات کمالیہ میں تکمیل کی زیادتی سے بے نیاز ہو گا۔ فی ذاتہٖ عقلوں کے ذریعہ اس کا وجود معلوم ہے۔ جنت میں آنکھوں سے اس کا دیدار نیکوں کے ساتھ اس کا لطف و کرم اور نعمت ہے، وہ اپنے ذات کریمہ کا دیدار کرا کر نعمتوں کو مکمل فرمانے والا ہے۔ وہ آپ زندہ ہے، قدرت والا، جبر والا، اور قہر و غلبہ والا ہے، کمی اور عاجزی اسے لاحق نہیں ہو سکتی، اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، فنا اور موت اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ وہ ملک و ملکوت اور عزت و جبروت والا ہے۔ غلبہ، قہر، تخلیق اور حکم سب اسی کے لیے ہے۔ آسمان اس کے تحت قدرت ہیں۔ مخلوقات اس کے قبضۂ قدرت میں مقہور و مغلوب ہیں۔ وہ تخلیق و اختراع میں یگانہ اور ایجاد و ابداع میں یکتا ہے، اس نے مخلوق کو اعمال کے ساتھ پیدا کیا، ان کی روزیاں اور موت مقدر فرمایا۔ کوئی مقدور اس سے الگ نہیں، امور میں تصرف فرمانا اس کے لیے دشوار نہیں۔ اس کے بے پناہ قدرتوں کا احاطہ ممکن نہیں۔ نہ اس کی معلومات کی انتہا کو پہنچا جا سکتا ہے۔

وہ جملہ معلومات کا عالم ہے۔ زمینوں کے سب سے نچلے طبقے سے آسمانوں کی بلندیوں تک جو کچھ ہوتا ہے، اس کا علم ان سب کو محیط ہے۔ آسمان و زمین کا کوئی ذرہ اس کے

علم سے باہر نہیں، بلکہ وہ تاریک رات میں اندھیرے چٹان کے نیچے کالی چیونٹی کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ ہوا میں باریک ذرے کی حرکت کو جانتا ہے۔ چھپے ہوئے اور ظاہر کا علم رکھتا ہے۔ وہ دلوں کے خطرات اور اسرار سربستہ سے باخبر ہے، اس کا علم قدیم وازلی ہے۔ وہ کبھی حدوث سے متّصف نہ ہوا۔ اور نہ ہی اس کی ذات میں حلول وانتقال کے ذریعہ اسے کوئی نیا علم حاصل ہوا۔

وہی کائنات کا ارداہ فرمانے والا ہے۔ حوادث کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ملک وملکوت میں کوئی کمی بیشی چھوٹی یا بڑی، اچھائی یا برائی، نفع یا نقصان، ایمان یا کفر، عرفان یا ذکر، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا کمی، اطاعت یا نافرمانی، اس کی قضاوقدرت اور حکم ومشیت کے بغیر جاری نہیں ہو سکتی۔ اس نے جو چاہا ہوا۔ اور جو نہ چاہے نہ ہوگا۔ اس کی مشیت سے کسی دیکھنے والے کی اچٹتی نظر یا کسی دل کا کوئی خیال باہر نہیں۔ وہی سب سے پہلے پیدا فرمانے والا اور لوٹانے والا ہے۔ وہ جو چاہے کرے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ نہ اس کے فیصلے کو پھیر سکتا ہے۔ اس کی توفیق ورحمت کے بغیر کوئی بندہ اس کی معصیت سے باز نہیں آسکتا۔ اور اس کی محبت کے بغیر بندے کے اندر اس کی اطاعت کی قوت وقدرت نہیں اگر تمام جنس وانس، فرشتے وشیاطین اکٹھا ہو کر اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر دنیا میں کسی ذرے کو ہلانا چاہیں یا اسے حرکت سے روکنا چاہیں تو اس سے عاجز رہ جائیں گے۔ یقیناً اس کا ارادہ اس کی تمام صفات میں بذات خود قائم ہے۔

وہ ان اوصاف سے ہمیشہ متّصف رہا، وہ ازل میں اشیا کے ان کے مقررہ اوقات میں ان کے وجود کا ارادہ فرمانے والا ہے۔ تو اس کے ارادے کے عین مطابق تقدیم وتاخیر کے بغیر ان چیزوں کا وجود اپنے وقت پر ہوا بلکہ وہ کسی تبدیلی کے بغیر اس کے علم وارادے کے مطابق واقع ہوئیں۔ اس نے افکار کی ترتیب اور زمانے کے انتظار کے بغیر امور عالم کی تدبیر

فرمائی؛اسی وجہ سے کسی حال نے اسے کسی کام سے مشغول نہ کیا۔ وہ سنتا دیکھتا ہے۔ کوئی سنی جانے والی چیز اس کی سماعت سے باہر نہیں۔ اس کی ذات پردۂ خفا میں ہے۔ مگر باریک سے باریک شَے بھی اس کی بصیرت سے چھُپ نہیں سکتی۔ اور کوئی دوری اس کی سماعت میں حائل نہیں، نہ تاریکی اس کی رویت کو دفع کرسکتی ہے، وہ حلقۂ چشم اور آنکھوں کے پپوٹوں کے بغیر دیکھتا ہے۔ وہ کان اور سوراخ کے بغیر سنتا ہے۔ جیساکہ دل کے بغیر جانتا ہے اور عضو کے بغیر گرفت کرتا ہے اور کسی آلہ کے بغیر تخلیق فرماتا ہے؛ کیوں کہ اس کی صفات مخلوق کی صفات جیسی نہیں، جیسے اس کی ذات مخلوق کی ذات جیسی نہیں۔ وہ کلام فرماتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ روکتا ہے۔ وعدو وعید فرماتا ہے، اس کا کلام ازلی، قدیم اور قائم بذاتہٖ ہے، وہ مخلوق کے کلام جیسا نہیں، اس کا کلام وہ آواز نہیں جو ہوا کے چلنے اور اجرام کے حرکت کرنے سے پیدا ہو، اور نہ وہ حرف ہے جو ہونٹ کے ملنے اور زبان کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے۔

بلا شبہہ قرآن، توریت، انجیل اور زبور اس کی وہ مقدس کتابیں ہیں جو اس کے رسولوں پر نازل ہوئیں، قرآن زبانوں سے پڑھا جاتا ہے، مصاحف میں لکھا جاتا ہے، دلوں میں محفوظ ہے، اس کے باوجود قرآن قدیم ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ اس طرح قائم ہے کہ قلوب واوراق کی جانب منتقل ہونے کے سبب انفصال اور جدائی کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اور بے شک موسیٰ علیہ السلام نے آواز اور حرف کے بغیر اللہ کا کلام سنا، جیساکہ ابرار، جوہر و عرض کے بغیر ذات خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

جب اس کی صفات ایسی ہیں تو وہ زندہ، علم والا، قدرت والا، ارادہ کرنے والا، سننے، دیکھنے والا، حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع وبصر اور کلام کے ساتھ متکلّم ہوگا نہ کہ محض ذات کے اعتبار سے۔ اس کے علاوہ جو بھی موجود ہے، وہ اسی کے وجود دینے سے وجود میں آیا اور احسن واکمل طریقے پر اسی کے فیضان عدل سے فیض پایا۔ اس کے تمام افعال حکمت پر مبنی

ہیں۔ وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے۔ بندوں کے عدل و انصاف کا اس کی ذات سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ غیر کی ملکیت میں تصرف کے سبب بندوں سے ظلم کا تصور کیا جا سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظلم کا تصور بھی محال ہے؛ کیوں کہ اس کی ملکیت غیر جیسی نہیں کہ اس میں کوئی تصرف ظلم قرار پائے۔ اس کے علاوہ تمام جنس و انس، شیطان، فرشتے، آسمان و زمین، حیوان و نبات، عرض و جوہر، مدرک و محسوس، عدم کے بعد ان سب کا وجود اسی کے پیدا کرنے سے ہوا۔ جب کچھ بھی نہ تھا تو اسی کے وجود دینے سے اشیا کا وجود ہوا، اس لیے کہ ازل میں وہ تنہا موجود تھا، اس کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ نہ تھا، اس کے بعد اس نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لیے اور اپنے سابقہ ارادہ کو ثابت کرنے کے لیے مخلوق کو وجود بخشا، اس لیے کہ ازل ہی میں اس کا کلمہ متحقق ہو چکا تھا، وہ انھیں پیدا کرنے کا محتاج نہ تھا۔ اس نے تخلیق کے ذریعہ احسان فرمایا، یہ چیزیں اس پر واجب نہ تھیں۔ وہ انعام و اصلاح کے ذریعہ بہت فضل فرمانے والا ہے۔ یہ چیزیں اس پر لازم نہیں۔

فضل، احسان اور نعمت سب کچھ اسی کی جانب سے ہے۔ اس لیے وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے بندوں پر طرح طرح کے عذاب نازل فرما دے اور قسم قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے ذریعہ انھیں آزمائے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کا عدل ہے، یہ قباحت اور ظلم نہ ہوگا۔ وہ اپنے کرم اور وعدے کے مطابق اپنے بندوں کو ان کی اطاعتوں پر ثواب عطا کرتا ہے، لیکن بطور استحقاق و لزوم نہیں؛ اس لیے کہ کوئی کام اس پر لازم نہیں۔ اس کی ذات سے ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر کسی کا حق واجب نہیں۔ اور طاعات میں بندوں پر اس کی حق گزاری لازم ہے کہ اس نے اپنے انبیا کی زبانوں سے اسے واجب قرار دیا ہے، نہ کہ محض عقل سے۔

اس نے رسول بھیجے، اور معجزات ظاہرہ کے ذریعہ ان کی سچائی ظاہر فرمائی۔ ان

انبیاے کرام نے اس کے امر و نہی اور وعد و وعید کی تبلیغ کی۔ وہ جو کچھ لے کر آئے، مخلوق پر اس کی تصدیق واجب ہے۔ اس نے نبیِ امی قرشی محمد ﷺ کو اپنا پیغام حق دے کر جملہ عرب و عجم اور جن و انس کی جانب مبعوث فرمایا۔ آپ کی شریعت نے گزشتہ شریعتوں کو منسوخ کردیا، سواے ان احکام کے جنھیں ثابت رکھا گیا۔ اور آپ ﷺ کو تمام انبیا پر فضیلت دی، اور سید البشر بنایا اور صرف توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی گواہی کو مکمل ایمان قرار نہ دیا جب تک کہ اس کے ساتھ رسالت رسول کی گواہی متّصل نہ ہو۔ اور وہ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ﷺ۔ اور تمام مخلوق پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ دنیا و آخرت کی جو بھی خبر دیں ان کی تصدیق کرے۔ اور کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مقبول نہیں جب تک کہ وہ بعد موت جن چیزوں کی نبی ﷺ نے خبر دی، اس پر ایمان نہ لائے۔ ان میں پہلا منکر نکیر کا سوال ہے، یہ دونوں پُر ہیبت فرشتے ہیں جو بندے کو جسم و روح کے ساتھ قبر میں سیدھا بٹھاتے ہیں، اور اس سے توحید و رسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: من ربك، و ما دينك، و من نبيك. یہ دونوں فرشتے قبر کی پہلی آزمائش ہیں۔ اور ان کا سوال موت کے بعد پہلی آزمائش ہے۔

اور یہ کہ عذاب قبر پر ایمان لائے کہ عذاب قبر حق ہے، اور حکمت و عدل ہے۔ یہ جسم و روح دونوں پر جاری ہوگا۔ جیسا وہ چاہے۔ اور دو ہاتھ اور زبان والے میزان پر ایمان لائے۔ میزان کی صفت عظمت یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے طبقات کے برابر ہے جس میں اللہ کی قدرت سے اعمال تولے جائیں گے۔ اس دن ذرہ بھر اور رائی کے برابر جو کچھ نیکی، بدی ہے خوب واضح ہوجائے گی۔ یہ سب کمال عدل کو ثابت کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ اور نیکیوں کے صحیفے اچھی صورت میں نور کے برتن میں رکھے جائیں گے تو اللہ کے فضل سے بندے کے درجات کے مطابق میزان پر وہ بھاری ہوگا، اور برائیوں کے صحیفے تاریکی کے

برتن میں ڈال دیے جائیں گے تو اللہ کے عدل سے وہ میزان پر ہلکا ہو گا۔

اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ صراط حق ہے، صراط ایک پُل ہے جو جہنم کی پشت پر بچھایا گیا ہے۔ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ بحکم خدا کفار کے قدم اس سے پھسل جائیں گے اور وہ جہنم جا گریں گے۔ اور اہل ایمان کے قدم ثابت قدم ہوں گے اور وہاں سے انھیں دار القرار (جنت) میں لے جایا جائے گا۔

اور حوض پر ایمان لانا واجب ہے۔ یہ حوض سید الانبیا محمد عربی ﷺ کے لیے خاص ہے، جنت میں داخلہ سے پہلے اور پُل صراط پار کرنے کے بعد اہل ایمان اس سے پانی پییں گے۔ اس حوض سے جس نے ایک بار پی لیا، پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ اس حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے کنارے کوزے ہوں گے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح لامحدود ہوگی۔ اس میں کوثر سے دو پرنالے گرتے ہوں گے۔

اور حساب پر ایمان لانا واجب ہے۔ یہاں لوگوں کے مابین فرق ہو گا، کچھ کے ساتھ حساب میں سختی ہوگی، اور کچھ کے ساتھ نرمی۔ اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مقربین کی جماعت ہوگی۔ اللہ اپنے انبیا میں سے جس سے چاہے گا تبلیغ رسالت کے بارے میں سوال کرے گا۔ اور کفار میں سے جس سے مرضی ہوگی، رسولوں کو جھٹلانے کے بارے میں پوچھے گا، اہل بدعت سے سنت کے متعلق سوال ہو گا۔ اہل اسلام سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور انتقام و سزا کے بعد اہل توحید کو جہنم سے نکال کر امن دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے دوزخ میں کوئی موحد باقی نہ رہے گا۔ بہتوں کو انبیا کی شفاعت سے راحت مل جائے گی۔ اولیا، علما، شہدا، پھر بقیہ مومنین بھی اپنے رتبے کے مطابق شفاعت کریں گے۔ اہل ایمان سے جو باقی رہ جائیں

گے اور ان کی شفاعت کرنے والا کوئی نہ ہو گا انھیں اللہ کے فضل سے جہنم سے نکالا جائے گا۔ کوئی مومن جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لیے نہ رہے گا۔ بلکہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو گا، اسے بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی ترتیب کا اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور تمام صحابہ سے حسن ظن رکھے، اور ان کی مدح سرائی کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سب کی تعریف فرمائی۔ ان تمام معتقدات کے بارے میں احادیث و اخبار وارد ہیں، اور آثار ان پر شاہد ہیں۔ جو شخص ایمان و ایقان کے ساتھ ان سب کا اعتقاد رکھے وہی اہل حق اور اہل سنت سے ہو گا۔ اور گمراہوں اور بدعتیوں کی جماعت سے جدا ہو گا۔ ہم اپنے لیے اور تمام امت مسلمہ کے لیے دین میں یقین و ثبات کے سائل ہیں۔ یقیناً وہی سب سے زیادہ مہربان ہے۔

ہمارے شیخ محی السنہ والشریعہ والدین سلطان الاولیا والعارفین سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ ہے جو مذکور ہوا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اتباع اور محبت کی توفیق عطا کرے۔ اور ان کے نقش قدم اور طریقت کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق دے، آمین۔

یہ مختصر عقیدہ نفع بخش، جامع اور کافی ہے، اس کے بعد ایک مرید کے لیے مزید کی حاجت نہیں۔ کیوں کہ اس میں شفا دینے والے حقائق اور کفایت کرنے والی عبارتیں موجود ہیں۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے ان کی خوبی۔ کیوں کہ وہ ولایت کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں، اور منازل صدیقیہ کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک ہی ترتیب میں انھوں نے شریعت، طریقت اور حقیقت کے درمیان جمع فرما دیا۔ ان مصادر و موارد میں آپ کی ذات بے مثال ہے۔ اور مخلص عارفین اہل حق کا یہی طریقہ ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تنبیہ: سید حسن بن سید محمد عسلہ بن سید حازم (جو بلاد مغرب سے ہجرت فرمانے والے سید یحییٰ رفاعی نقیب بصرہ کے جد امجد ہیں) انھوں نے ہی اپنے چچازاد بھائی سید یحییٰ رفاعی کی تربیت فرمائی، رشد و ہدایت سے نوازا، اور اپنے گھر کا مخصوص خرقہ پہنایا، انھیں علم دین سے مزین کرایا، اور جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو شیخ امام ابوالفضل واسطی کے صاحبزادی سے ان کا نکاح کر دیا۔ (امام ابوالفضل واسطی یہ محمد بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن احمد بن علی بن حسن قریشی معروف بہ القاری ہیں اور شیخ امام برکت الاسلام ابوالفضل واسطی قاری کے والد گرامی ہیں اور شیخ علی واسطی سید احمد کبیر رفاعی کے شیخ ہیں۔ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین) ان سے سید سیف الدین عثمان کا تولد ہوا، جب وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ گئے تو اپنی چچازاد بہن سیدہ ست النسب ہمشیرہ سید احمد کبیر رفاعی کے ساتھ عقد فرمایا، ان سے سید علی، سید عبدالرحیم، سید عبدالسلام، سیدہ ست الکرام پیدا ہوئے۔ پھر سید عبدالسلام نے سیدہ رقیہ کو بطور یادگار چھوڑا، ان سے ان کے بھتیجے عزالدین احمد صیاد نے عقد کیا، سید عبدالرحیم انھیں کی یادگار ہیں۔ سیدہ رقیہ کے علاوہ سید عبدالسلام کی کسی اور اولاد کا ذکر نہیں ملتا۔

سیدہ ست الکرام بنت سیف الدین عثمان کا عقد شیخ کبیر عالی مرتبت محمد بن حرثان سے ہوا، (انھیں حرثا بھی کہا جاتا ہے) ان سے سید احمد معروف بہ ابن بنت الکرام کی ولادت ہوئی، والدہ مکرمہ کا نام والد کے نام پر غالب آگیا۔ کیوں کہ ان کے والد گرامی کا تعلق اہل بیت سے نہ تھا۔ سید علی اور سید عبدالرحیم کی اولاد امجاد کا تذکرہ گزر چکا۔

سید احمد کبیر کے برادران میں سے سید عثمان اور سید اسمٰعیل بھی ہیں۔ سید عثمان سے ایک صاحب زادی اور سید مبارک پیدا ہوئے۔ ان کی مبارک اولا واسط، شام اور حجاز میں ہے۔ اور سید اسمٰعیل صالح کی اولاد میں سے سید احمد ہیں (ان کی ایک صاحبزادی ہیں) اور سید نعیم اور سید عزالدین ہیں، ہر ایک کی بابرکت اولاد ہے۔ جن کی اقتدا کی جاتی ہے اور ان کے

راستے پر چلا جاتا ہے۔

ورثوا السیادۃ کابرا عن کابر و تقلدوھا والدا عن والد

یہ حضرات نسلاً بعد نسلٍ سیادت وقیادت کے وارث ہوئے، اور اپنے آبا و اجداد کی روش پر چلے۔

تحفہ: شیخ کبیر ابن کراز یعقوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں: امام جلیل شیخ منصور بطائحی ربانی رضی اللہ عنہ کا ۵۴۰ھ میں وصال ہوگیا۔ اس وقت سید احمد کبیر رفاعی کی عمر مبارک تقریباً ۳۰/ سال تھی۔ آپ ارشاد و ہدایت کے لیے ان کے جانشین ہوگئے۔ جب ارشاد و رہنمائی کی بساط ساتویں سال کے بعد کو پہنچی تو ان کے مریدین کے وہ پرچے شمار کیے گئے جو اس سال محرمی ہفتہ واری خلوت میں داخل ہوئے تھے، تو یہ کل ساتھ لاکھ رقعے برآمد ہوئے، اسی سال آپ نے خانقاہ کی توسیع کا کام شروع کیا تو بطائح اور واسط میں کوئی شخص باقی نہ رہا، جس نے اس میں مالی یا جسمانی خدمت پیش نہ کی ہو۔ ۵۵۰ھ میں خانقاہ احمدی کے حجروں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ اس کی عمارت چار حلقوں پر مشتمل تھی۔ ہر حلقے میں اس سے بھی وسیع حلقہ شامل تھا۔ نصف شعبان تک اس میں ایک لاکھ سے زائد انسانوں کے رہنے کی گنجائش ہوگئی۔ ان سب کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر تھی۔ آپ کی خانقاہ میں روزانہ تقریباً بیس ہزار مریدین اکٹھا ہوجاتے۔ ان سب کے لیے صبح و شام دسترخوان بچھائے جاتے۔ اور ان سب کے باوجود خود آپ اور آپ کے اہل و عیال اور اولاد کا حال یہ تھا کہ وہ بھی اپنے کو فقرا میں سے شمار کرتے۔ انھیں اسباب دنیا سے کچھ مطلب نہ ہوتا۔ بلا شبہہ یہ ظہور محمدی ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنے جد کریم ﷺ کی وراثت سے نواز کر احسان فرمایا۔

وفات حسرت آیات: سیدنا و مولانا سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ نے ام عبیدہ میں ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ بروز جمعرات وصال فرمایا۔ اور اپنے نانا شیخ یحیٰ کبیر

نجاری انصاری کے قبے میں مدفون ہوئے۔اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۶/برس ۶/ماہ اور چند ایام تھی۔آپ کی زبان پر جاری ہونے والا آخری کلمہ، کلمۂ شہادت لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ربیع العاشقین میں ایسا ہی مذکور ہے۔

پھر آپ کے بعد شیخ کبیر عالم،عارف ممہد الدولہ سید علی بن عثمان کا وصال پُر ملال ۱۱/صفر ۵۸۴ھ بروز بدھ اذان ظہر سے پہلے ہوا۔انھیں ام عبیدہ لایا گیا،فقیہ شیخ تقی الدین مکی نے غسل دیا۔یہی شیخ اس سے پہلے آپ کے ماموں جان سید احمد رفاعی قدس سرہٗ کو بھی غسل دے چکے تھے۔شیخ یحیٰ کے بغل میں اور اپنے ماموں سید احمد کے پہلو میں انہی کے حجرۂ مقدسہ میں دفن کیے گئے۔

ان کے بعد شیخ کبیر،شہید سید مہذب الدین والدولہ عبدالرحیم بن عثمان قدس سرہٗ کا وصال یکم شوال ۶۰۴ھ میں بدھ کے دن بوقت صبح ہوا۔شیخ عبدالجبار موذن نے شیخ ابو شجاع معزکی موجودگی میں انھیں غسل دیا اور رواقع خیلان کی خانقاہ میں اپنے برادر عبدالسلام اور فرزند ابوالعلم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ الاسلام علامہ ابوالاسحٰق سید ابراہیم بن علی الاعذب قدس سرہٗ کا وصال ۱۰/ذی قعدہ ۶۱۰ھ بروز دوشنبہ ہوا۔انھیں بھی عبدالجبار موذن نے غسل دیا،اور اپنے آباو اجداد کے ساتھ ام عبیدہ کی مقدس قبرستان میں دفن کیے گئے۔

سید سعید شہید،عالم جلیل،مفتی الفقہاشمس الدین محمد بن عبدالرحیم بن عثمان کا وصال یکم ماہ رجب المبارک ۶۹۰ھ میں بروز بدھ بوقت ظہر ہوا۔نقیب الفقرا محمد بن سلیمان نے انھیں غسل دیا،اور مشہد شریف کے قبلہ رخ اپنے دادا کے پہلو میں دفن ہوئے۔

سید سعید شہید عزالدین عبدالرحمٰن بن سید عبدالرحیم نے ۱۸/ربیع الاول ۶۲۱ھ بروز جمعہ مبارکہ وصال فرمایا۔ان کی وفات حالت سفر میں بازار کے کنارے مقام وجہہ میں

ہوئی، جو قرن کے بالمقابل واقع ہے۔ انھیں ام عبیدہ لایا گیا۔ رات ہو جانے کے سبب بروز شنبہ اول فجر کے وقت غسل دیا گیا۔ نماز فجر سے قبل ہی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ بھی اپنے جد کریم کے مشہد میں قبلہ کی جانب مدفون ہیں۔

شیخ عالم، عارف کبیر قطب الدین ابوالحسن علی بن عبدالرحیم قدس سرہٗ کی وفات ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۶۳۶ھ میں بروز جمعرات بوقت ظہر ہوئی۔ شیخ احمد بن عبدالرحمٰن بن کراز المقری نے غسل دیا، اور بعد ظہر اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے بغل میں مشہد شریف میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شیخ کبیر عالم جلیل، امام الطائفہ، صاحب الفتویٰ والاشارات حامل کرامات ظاہرہ، عابد شب زندہ دار، نجم الدین ابو العباس سید احمد بن علی قدس سرہٗ کا وصال پُر ملال ۱۷/ شعبان ۶۴۵ھ بروز اتوار ہوا۔ یہ بھی مشہد شریف میں شیخ تقی الدین کی جامع مسجد کے سامنے مدفون ہوئے۔

سید سعید رشید عالم، سیف الدین علی بن سید نجم الدین احمد قدس سرہٗ کا وصال واسط میں ۶۵۱ھ میں ہوا۔ انھیں خزائن پھر مقام ورحیہ پھر مقام سویدہ لے جایا گیا۔ وہاں سید محی الدین ابو بکر بن ابوالحسن قدس سرہٗ سے لوگوں کی ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے سید علی کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا وصال ہو چکا ہے۔ پھر وہاں سے انھیں ام عبیدہ لے آئے، اور آپ کے جد کریم کے مشہد میں دفن کر دیا۔

سید علی کے بعد آپ کے برادر شیخ کبیر، عالم عامل زاہد عابد سید محی الدین ابراہیم بن سید نجم الدین احمد قدس سرہٗ کا وصال ۶۶۰ھ میں ہوا۔ آپ بھی اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہیں۔

ان کے بعد شیخ کبیر، عالم عارف، نجیب الطرفین، یکتائے زمانہ، عزالدین سید احمد صیاد کا وصال دیار شام کے ایک قریہ متکین میں ۶۷۰ھ میں ہوا۔ یہ بستی معریٰ ابوالعلا کے

قریب واقع ہے۔ آپ کا مزار پُرانوار مشہور و معروف ہے۔

ان کے بعد امام یگانہ، سید شمس الدین احمد بن سید شمس الدین محمد قدس سرہٗ کا وصال ۶/ رجب ۶۷۱ھ میں بروز جمعرات ہوا۔ ام عبیدہ کے قاضی شرف الدین نے غسل دیا، شیخ احمد بن مصدق نے بدن پر پانی ڈالنے کا فریضہ انجام دیا۔ یہ بھی اپنے آبا و اجداد کے پاس مدفون ہیں۔

ان کے بعد شیخ کبیر فاضل عالم عارف رضی الدین سید عبداللہ بن احمد قدس اللہ روحہٗ نے بروز چہار شنبہ ۱۰/ ربیع الاول ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے والد نجم الدین قدس سرہٗ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

ابن مہذب نے کہا ہے کہ شیخ کبیر، قطب اعظم، امام یگانہ، سید تاج الدین بن سید شمس الدین محمد رفاعی کا وصال ۷۰۴ھ میں ہوا۔ آپ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ ام عبیدہ کی خانقاہ میں اپنے آبا و اجداد کے ساتھ مدفون ہیں۔

میں (مولف) کہتا ہوں: ہمارے موجودہ زمانے میں ام عبیدہ کی خانقاہ کے موجودہ شیخ استاذ الجماعۃ، برکت وقت، قطب زمانہ، سید یوسف رضی الدین بن سید رجب بن سید شمس الدین محمد نواسہ حضرت امام رفاعی کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے ہدایت یافتہ اسلاف کے ذریعہ اہل اسلام کو نفع پہنچائے۔

ولایت و خلافت: ربیع العاشقین میں ہے: سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاے عظام نے متفقہ طور پر واسط کی ولایت سادات رفاعیہ کے حوالے کرنے پر اتفاق فرمایا۔ لہذا آپ کی آل میں بطور وراثت ولایت جاری رہی جب کہ وہ قلبی وراثت کے بھی وارث ہوتے رہے۔ اور خلیفہ کی جانب سے ام عبیدہ کے شیخ کے ماتحت ہونے کی شرط کے ساتھ شہروں کی جانب والی بنا کر بھیجے جاتے رہے۔ چناں چہ عباسی خلیفہ

ناصر لدین اللہ احمد نے سیدنا علی بن عثمان کو مہذب الدولہ کا لقب عطا کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے برادر سید عبد الرحیم کو ممہد الدولہ کا لقب دیا۔ پھر ان کے وصال کے بعد ان کے فرزند سید ابراہیم الاعذب کو نظام الدولہ کا لقب ملا، پھر ان کی وفات کے بعد ان کے چچازاد بھائی مفتیِ کبیر سید شمس الدین محمد کو سعد الدولہ کے لقب سے نوازا۔ ان کے وصال کے بعد ان کے بھائی ابوالحسن عبدالرحمٰن (جنھیں عبدالمحسن بھی کہا جاتا ہے) بن سید عبد الرحیم کو عز الدولہ کا لقب ملا۔ پھر ان کے وصال کے بعد خلیفہ مستنصر باللہ نے سید کبیر ابوالحسن علی بن عبدالرحیم کو شرف الدولہ کے معزز لقب سے نوازا۔ پھر ان کے وصال کے بعد سید کبیر نجم الدین احمد بن علی کو حسام الدولہ کا لقب عطا کیا۔ پھر جب خلافت کی باگ ڈور مستعصم بامر اللہ کے ہاتھ میں آئی تو اس نے سید نجم الدین احمد کے نام خط لکھا کہ میں نے واسط کی نظارت سے آپ کو معزول کیا؛ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ مشیخیت اور ولایت دو متضاد چیزیں ہیں، دونوں یکجا نہیں ہوسکتیں۔ تو حضرت نجم الدین احمد نے جواب میں تحریر فرمایا:

حضرت خلیفہ نے اچھا کیا، اللہ انھیں سلامت رکھے۔ جی ہاں، ہمارے اسلاف اس عہدے کے کبھی طلب گار ہوئے اور نہ آپ کے اسلاف نے یہ عہدہ عطا کر کے کوئی غلطی کی۔ ہمارے اسلاف نے تسلیم و رضا کا معاملہ فرمایا، اور آپ کے اسلاف نے خیر و برکت کا ارادہ کیا، اور ہم بھی اپنے اسلاف کے طریقے پر خلیفۂ وقت کے حکم کو تسلیم کرنے کی راہ پر گامزن ہیں۔ اور خلیفۂ وقت (اللہ انھیں سلامت رکھے) اس چیز سے ہٹ گئے جو اللہ تعالی نے انھیں عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے اور تمام مسلمانوں کی جانب سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب خلیفہ نے نظارت ولایت انھیں لوٹانا چاہا تو آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ خلیفہ مجھے اس عہدے کا طلب گار سمجھیں جب کہ ہم وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ

تعالیٰ نے دلوں پر ولایت عطا فرمائی ہے۔ لہذا اب ہمیں دیواروں کی ولایت کی حاجت نہیں۔

اس کے بعد مستعصم کا معاملہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا، اور اسی پر خلافت عباسیہ ختم ہو کر رہ گئی۔ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

(مستعصم عباسی کے زمانے میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا، اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، خلیفہ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور خلافت عباسیہ بغداد کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل ہو گیا۔ صادق مصباحی)

فائدہ: ابن مہذب کہتے ہیں: سید احمد کبیر رفاعی کے خلفا اور خلفا کے خلفا کی تعداد، آپ کی حیات میں ہی ایک لاکھ اسی ہزار کو پہنچ گئی تھی۔ مسلمانوں کے آباد شہروں میں کوئی شہر، قصبہ یا خطہ ایسا نہ تھا جہاں آپ کی خانقاہ کی رونق اور آپ کے محبین و تلامذہ عارفین کا قدم نہ پہنچ گیا ہو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

عارفین کی ایک بڑی تعداد (جو لوگوں کے حقوق کی پامالی نہیں کرتے اور نہ ہی از راہِ حسد طریقہ حق سے، انحراف کرتے ہیں) کا کہنا ہے کہ: جو شخص کسی بھی طریقت سے منسوب ہو (یعنی طریقت کے مختلف بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کا مرید ہو) وہ اس کے بعد طریقہ رفاعیہ سے خود کو منسوب کر سکتا ہے لیکن جو طریقہ رفاعیہ سے منسوب ہو اس کے بعد کسی اور طریقت سے اس کی نسبت صحیح نہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ طریقت رفاعیہ عبودیت کے جملہ احکام کو جامع اور اس کے تمام طرق کے آداب کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اور اس میں خالص حقیقت شرعیہ بھی ہے۔ اور اخلاق محمدیہ بھی۔ اور صاحب طریقت محمدیہ امام اکبر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کی سند رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے قریب ہے۔ جیسا کہ یہ امر مشہور و متواتر ہے، جس سے انکار ممکن نہیں۔ اسی لیے ہم قوم کی عظیم الشان شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے آپ کی اتباع کی، فتوح کے اعتبار سے ان کا حلقہ بہت زیادہ ہے، رضی اللہ عنہ وعنہم، انتہیٰ۔

اصحاب رجال خرقہ: شیخ حافظ تقی الدین بن عبدالمحسن واسطی انصاری حفظہ اللہ و نفع المسلمین بحیاتہٖ کی کتاب مستطاب ”تریاق المحبین“ میں میں نے ایک لطیف اور عمدہ بحث دیکھی۔ یہ کتاب آپ نے صوفیہ کے خرقے کے بارے میں تصنیف فرمائی ہے۔ اور اسی نام سے آپ کی ایک دوسری کتاب بھی ہے جسے آپ نے خاص طور پر سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے حوالے سے تصنیف کی ہے۔ میں اس کتاب سے کچھ عبارتیں ملخصًا درج کر رہا ہوں۔

فرماتے ہیں: رفاعیہ فاطمیہ کے اصحاب خرقہ کی عظمت و شہرت کے تعلق سے کسی تنبیہ کی حاجت نہیں۔ ہاں بطور تبرک ان میں سے ایک جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی خوشبو سے معطر ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔

سید عثمان سیف الدین: ان میں سب سے پہلا نام سید عثمان سیف الدین کا ہے، آپ امام کبیر رفاعی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ امام کبیر سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بطائح کے جملہ ارباب حل و عقد آپ کی علو مرتبت کے قائل اور قطبیت پر متفق ہیں۔ آپ آل محمد کے جلیل القدر وارث ہیں۔ سادات اور دیگر لوگوں سے علم ظاہر و طریقت حاصل کیا۔ انہی میں سے شیخ ابوالبرکات بن مرزوق قرشی بطائحی، شیخ عارف علی جلال الدین بن اعرج معروف بہ ابن نقیب واسط حسینی اور دیگر مشائخ ہیں۔ امام کبیر کی حیات ہی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور سادات کے مقبرے میں دفن کیے گئے۔

سید اسماعیل: آپ بھی سید احمد کبیر کے برادر صغیر ہیں۔ انہی سے تربیت پائی، اور خدمت سے بہرہ ور ہوئے اور پایہ تکمیل کو پہنچے۔ آپ کے فرزند سید محمد وغیرہ نے آپ سے اخذ علم کیا، آپ کی کرامات بکثرت ہیں جو بطائح میں زبان زد عام و خاص ہیں۔ بہت سے لوگ

آپ کی ذات سے فیض یاب ہوئے۔ جس سال سید احمد کبیر کا وصال ہوا، اسی سال چند دنوں بعد آپ کی بھی وفات ہوگئی۔ آپ کی قبر انور بھی اہل خاندان کے مقبرے میں واقع ہے۔

سید سیف الدین عثمان: سید احمد کبیر کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کا نام سید کبیر سیف الدین عثمان بن سید حسن بن سید عسلہ رفاعی ہے۔ سید احمد کبیر کی ہمشیرہ سیدہ ست النسب سے عقد فرمایا۔ ان سے ولیِ جلیل سید عبدالسلام مہذب الدولہ علی اور سید ممہد الدولہ عبدالرحیم پیدا ہوئے۔ سید عثمان بن حسن کی شہرت ہر چہار جانب پھیل گئی۔ بے شمار لوگوں نے ان سے نسبت و ارادت حاصل کی۔ اگر ہم آپ کی سیرت اور آپ سے مستفید ہونے والوں کی تفصیل درج کرنے پر آئیں تو ایک دفتر تمام ہوجائے۔ آپ کی صحبت سے امت کے بڑے بڑے لوگوں نے اکتساب فیض کیا۔

سید عبدالسلام: اصحاب خرقہ میں ایک اہم نام ابوالفتح سید عبدالسلام بن سید سیف الدین عثمان کا ہے۔ آپ قطب وقت، شمشیر براں اور نابغۂ روزگار ہیں۔ اپنے والد گرامی سے اکتساب فیض کیا اور اپنے ماموں سید احمد کبیر سے بلاواسطہ فیض حاصل کیا۔

سید علی و سید عبدالرحیم: سید عثمان کی اولاد میں سے ان دونوں بزرگوں کو شہرت حاصل ہوئی۔ انھوں نے بلاواسطہ اپنے ماموں جان سے علم شریعت و طریقت حاصل کیا۔ (اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے ہمیں اور مسلمانوں کو نفع دے۔) ان کے والد سید عثمان کا ۵۵۰ھ میں وصال ہوا۔ آپ کی قبر انور مشہد مشہور میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

مہذب الدولہ سید علی: مہذب الدولہ بن عثمان، سید جلیل اور

وسیع العلم شخصیت ہیں۔ اپنے ماموں جان اور والد کے چچازاد بھائی قطب عالم سید احمد رفاعی کے بعد خانقاہ ام عبیدہ کے شیخ مقرر ہوئے۔ امام عبدالکریم رافعی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

خانوادۂ احمدیہ کے شیخ ابوالفضل مہذب الدولہ سید علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پر اہل عراق کا اتفاق ہے۔ بطائح میں اپنے ماموں اور چچا کے عظیم وارث اور کریم خلیفہ ہوئے۔ اس وقت کی ریاست آپ کی ذات پر تمام ہوئی۔

بڑے بڑے شیوخ طریقت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ جلیل القدر رہنما آپ کے مقتدی ہوئے۔ بے شمار مخلوق نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اعیان زمانہ نے آپ کی اتباع کی۔ آپ کی صحبت بابرکت اور خدمت سے مستفیض ہونے والوں میں شیخ ابوالفضل خطیب، شیخ شہاب الدین ابوعلی بسطامی، نقیب کبیر سید سالم بن اعرج حسینی نقیب واسط اور آپ کے دونوں فرزند عظیم المرتبت، امام سید محی الدین ابواسحٰق ابراہیم اعذب اور سید نجم الدین احمد اخضر بن سیدہ فاطمہ بنت امام رفاعی اور ان کی مبارک اولاد جن کا سلسلہ سید ابراہیم اور سید نجم تک پہنچتا ہے، جیسی شخصیات شامل ہیں۔ یہ تمام حضرات ولایت عظمیٰ پر فائز، اخلاق فاضلہ کے مالک اور مناقب رفیعہ والے ہیں۔ یہ امت کے شیخ ہادی اور اساتذہ ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کی بدولت طریقت کے صحیفوں کو روشن کیا، اور مراسم شریعت کی تجدید فرمائی۔

آپ کے دونوں بابرکت شہزادے قطب ابرہیم اور قطب احمد رضی اللہ عنہما کو ان کے عم محترم قطب زمانہ ممہد الدولہ سید عبدالرحیم سے خرقہ و خلافت حاصل ہے، اور اپنے جد امجد قطب اکبر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ سے بھی بلاواسطہ اکتساب فیض کا شرف حاصل ہے۔

سید عبدالرحیم: سید جلیل، قطب یگانہ، ممہد الدولہ سید عبدالرحیم قدس سرہٗ سیدنا امام رفاعی کے نواسوں کے والد بزرگوار، ان کے وارث اور خلیفہ ہیں۔ آپ امام رفاعی کے علم و حکمت اور فراست کے مخزن ہیں۔ اہل زمانہ آپ کی ولایت و قطبیت پر متفق ہیں۔

اولیاے کرام ابوالاقطاب اور شیخ الانجاب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ اولاد نرینہ اور دو بیٹیاں عطا فرما کر آپ پر احسان فرمایا۔

مشایخ بطائح جو اولیا کے مرجع اور صوفیاے زمانہ کے مقتدا ہیں، کا ان میں سے ہر ایک کی قطبیت پر اتفاق ہے، آپ کی اولاد ذکور میں شیخ وقت سید شمس الدین محمد، امام سید قطب الدین احمد، عارف باللہ عبدالمحسن سید ابوالحسن، قطب کامل سید احمد ابوالقاسم، امام ابو الحسن ثانی، قطب و غوث سید عزالدین احمد صیاد شامل ہیں۔ یہ تمام حضرات اپنے والد گرامی کے نامور خلفا میں سے ہیں۔ انھیں اپنے عم محترم مہذب الدولہ سید علی سے بھی نسبت حاصل ہے۔ ان میں سے بعض نے اپنے دیگر برادران سے اکتساب فیض کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ان کے جد اکرم سے بلا واسطہ اذن خرقہ حاصل ہے۔

امام رفاعی کے دست اقدس سے خرقہ زیب تن کرنے والے مشایخ

جن مشایخ نے حضرت غوث رفاعی کے مقدس ہاتھوں سے خرقہ پہننے کا شرف حاصل کیا ان میں سرِفہرست آپ کے پاک فرزند، صاحب شرف و فخر، اولیاے اکابر کے عَلَم بے شمار عطیات کے ساتھ مختص، سید رفیع الشان، قطب الدین صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات ہے۔ آپ حافظ قرآن، فقیہ، حسن خط کے مالک، صاحب روایت، فصاحت و بلاغت میں معروف اور جود و سخا میں مشہور تھے۔ اپنے والد گرامی کے روبرو امامت کا فریضہ انجام دیا۔ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو وعظ فرمایا۔ بطائح کے مشایخ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی، اور آپ کو مقام غوثیت پر فائز قرار دیا جب کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف ۱۷ ربرس تھی۔

امام حدادی کے بقول: امام رفاعی نے آپ کا عقد ایک شریف زادی کے ساتھ فرمایا۔ ان سے ایک فرزند جن کا نام سید منصور ہے، تولد ہوئے۔ سید صالح کا جلد ہی وصال ہو گیا۔ البتہ سید منصور کی حیات باقی رہی۔

مگر امام ابوالنظام مویدالدین بن اعرج حسینی نقیب واسط نے اپنی کتاب بحرالانساب معروف بہ الثبت المصان میں حدادی کے اس قول پر اعتماد نہ فرمایا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ سید صالح نے نکاح نہ کیا۔ اور قول صحیح کے مطابق ۲۰/ سال کی عمر سے قبل ہی آپ رضی اللہ عنہ مالک حقیقی سے جا ملے۔

میں کہتا ہوں، غالبًا نقیب واسط کا یہ قول لائق اعتماد ہے۔ اور سید منصور جنھیں حدادی نے شیخ صالح کی اولاد سے قرار دیا ہے وہ ابوالصفا منصور عارف کبیر ہیں جو قطب زمانہ سید نجم الدین احمد بن سید مہذب الدولہ علی بن عثمان رفاعی حسینی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

امام رفاعی کے مقدس نواسوں کی اولاد جو ہمارے اس زمانے تک طبقہ در طبقہ ہیں، وہ سب دین کی سربرآوردہ شخصیات، مسلمانوں کے شیوخ اور اہل توحید کے اساتذہ ہیں۔ اللہ رب العزت ان کے صدقے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے، اپنے اور بیگانہ سب پر ان کی برکتیں عام و تام فرمائے۔ اور اقوام عالم میں ان کے عمدہ طور طریقوں رائج فرمائے۔

اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو ہم ان سب کا فردا فرداً تذکرہ کرتے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے جزئیات کو تفصیلاً بیان کرتے۔ مگر ان سب کا بلند مرتبے پر فائز ہونا بدیہی امور سے ہے۔ اور ان کے تذکرے ہر چہار جانب مشہور و معروف ہیں اس لیے ان پر تنبیہ کی چنداں حاجت نہیں۔ کیوں کہ اہل اسلام کے مابین ان کی شہرت و عظمت آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے۔

فائدہ و حسن خاتمہ: شیخ صالح، برکت الانام، فقیہ احمد غزالی نے ہمیں خبر دی، وہ شیخ عارف باللہ عبدالملک بن حماد موصلی سے روایت کرتے ہیں (جو سیدنا احمد رفاعی کے اجل خلفا سے ہیں۔) وہ فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب و

احباب کو، حزب جلیل جو سادات رفاعیہ کے مابین السیف القاطع کے نام سے معروف ہے، کے قراءت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت شیخ نے انھیں خبر دی کہ عالَم معنوی میں انھیں اپنے جد کریم رسول اللہ ﷺ سے اس کی قراءت کی اجازت عطا کی گئی۔

سلسلہ رفاعیہ کے مشائخ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص ہمیشہ اس حزب کی قراءت کرتا رہے وہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی عطا کردہ طاقت و قوت سے کبھی مخزول و مغلوب نہ ہوگا۔ اور اسے کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے دائمی طور پر فتح و برکت، خیر و اقبال مندی اور صلاح حال کے دروازے کھل جائیں گے۔ وہ اللہ رب العزت کی حفاظت اور اس کے رسول ﷺ کے سایہ کرم میں ہوگا۔ اور روح رفاعیہ طاہرہ کی برکت اسے حاصل ہوگی۔ حزب مذکور یہ ہے:

حزب السيف القاطع للإمام أحمد الرفاعي

(بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) [سورة الفاتحة، ١-٧]

(بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ) [سورة الأنعام:١] (فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ) [سورة الصافات 98] (فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ) [سورة الأنبياء: ٨٨] (كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ) [سورة يوسف: ٢٤] (فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا

مَكَرُوا) [سورة غافر:٤٥] (مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ) [سورة غافر: ٥٦] (فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [سورة البقرة: ٢٥٦] (وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا) [سورة الكهف: ٨٨]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال۔ (مرة واحدة)

(وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا) [سورة الفرقان: ٢٣] (وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ) [سورة المائدة: ٢٩] (ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ) [سورة يونس: ١٠٣] (لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ) [سورة الرعد ١١] (وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) [سورة الحجر: ٩] (إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ) [سورة القصص: ٧٩] (وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ) [سورة ص: ٤٠]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٢)

(فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ) [سورة الفجر: ١٣] (وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ) [سورة البقرة: ١٦٦] (جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ) [سورة ص: ١١] (وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ) [سورة الأنعام: ١٢٢] (فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ) [سورة يوسف: ٣١] (قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا) [سورة يوسف: ٩١] (إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ)

[سورة البقرة: ٢٤٧] ﴿شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [سورة النحل: ١٢١] ﴿وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ﴾ [سورة البقرة: ٢٥١] ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [سورة مريم: ٥٧] ﴿وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا﴾ [سورة مريم: ٥٢] ﴿وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ [سورة مريم: ٥٥] ﴿وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ [سورة مريم: ١٥]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٣)

﴿وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [سورة الأنفال: ٦٢، ٦٣] ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ﴾ [سورة المنافقون: ٤] ﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ﴾ [سورة المائدة: ٦٤] ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ﴾ [سورة البقرة: ٦١] ﴿سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [سورة الأعراف: ١٥٢] ﴿وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ﴾ [سورة الرعد: ١١] ﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ [سور القلم: ٤٣] ﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ [سورة الحشر: ٢١] ﴿فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [سورة يوسف: ٦٩] ﴿وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ﴾ [سورة النحل: ١٢٧] ﴿فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ﴾ [سورة الزخرف: ٤١] ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ [سورة الحجر: ٩٥]

﴿فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ﴾ [سورة الواقعة: ٩١] ﴿أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ﴾ [سورة القصص: ٣١] ﴿لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة القصص: ٢٥] ﴿لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ﴾ [سورة طه: ٧٧] ﴿لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ﴾ [سورة النمل: ١٠] ﴿لَا تَخَفْ﴾ [سورة النمل: ١٠] ﴿وَلَا تَحْزَنْ﴾ [سورة النمل: ٧٠] ﴿لَا تَخَافَا ۖ إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ [سورة طه: ٤٦] ﴿لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ﴾ [سورة طه: ٦٨] ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ [سورة فصلت: ٣٤] ﴿إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا﴾ [سورة النور: ٤٠] ﴿وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً﴾ [سورة الجاثية: ٢٣] ﴿لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ [سورة المائدة: ٩٥] ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [سورة فاطر: ٤٣] ﴿وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ﴾ [سورة طه: ١٠٨] ﴿فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا﴾ [سورة المائدة: ٤٢] ﴿إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ [سورة المزمل: ٥] ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ [سورة القلم: ٤٨] ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا﴾ [سورة المعارج: ٥] ﴿وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾ [سورة الإسراء: ٧٤] ﴿فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ [سورة السجدة: ٣٠] ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ [سورة الأنفال: ٦١] ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [سورة النساء: ٨١] ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ [سورة الزمر: ٣٦] ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ [سورة النساء: ١٢٢] ﴿وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾ [سورة الفتح: ٣]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم

على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٤)

﴿مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا﴾ [سورة الأحزاب: ٦١] ﴿وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾ [سورة النساء: ٨٤] ﴿وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة الحشر: ١٧] ﴿إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ﴾ [سورة يوسف: ٥٤] ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [سورة الشرح: ٤] ﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي﴾ [سورة طه: ٣٩] ﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي﴾ [سورة الأعراف: ١٤٤] ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ [سورة البقرة: ١٢٤] ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ [سورة الفتح: ١]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٥)

﴿خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [سورة البقرة: ٧] ﴿ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ [سورة البقرة: ١٧، ١٨] ﴿كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [سورة المجادلة: ٥] ﴿فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ [سورة يس: ٩] ﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ﴾ [سورة يس: ٨] ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ [سورة الحجر: ٨٧] ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [سورة النحل: ١٠٨] ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ﴾ [سورة السجدة: ٢٢] ﴿إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا) [سورة الكهف: ٥٧] (وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا) [سورة الإسراء: ٤٦] (وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا) [سورة الكهف: ٥٧] (أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً) [سورة الجاثية: ٢٣] (عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) [سورة الفتح: ٦] (فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ) [سورة الأحقاف: ٢٥] (دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) [سورة محمد: ١٠] (ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ) [سورة المائدة: ٧١] (وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا) [سورة النساء: ٨٨] (وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ) [سورة الحشر: ١٧] (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ) [سورة الطلاق: ٢، ٣] (فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) [سورة النحل: ٩٨] (وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا) [سورة الإسراء: ٨٠] (قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) [سورة الأنعام: ١٦١] (إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ) [سورة الشعراء: ٦٢] (عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ) [سورة القصص: ٢٢] (إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ) [سورة الأعراف: ١٩٦] (رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ) [سورة يوسف: ١٠١] (أَوَمَنْ كَانَ

مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ) [سورة الأنعام: ١٢٢] (وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ) [سورة البقرة: ٢٤٨] (قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ) [سورة البقرة: ٢٥٠] (الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ) [سورة آل عمران: ١٧٣، ١٧٤] (قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) [سورة الأنعام: ١٤] (إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا) [سورة مريم: ٤٧] (وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ) [سورة مريم: ٣٠، ٣١] (وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ) [سورة هود: ٨٨]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة. لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٦)

(صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ) [سورة البقرة: ١٧١] (صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ) [سورة الأنعام: ٣٩] (يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ) [سورة البقرة: ١٩] (وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ) [سورة سبأ: ٥١] (وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ) [سورة المائدة: ٢٩] (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا) [سورة المائدة: ٥٥] (وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ) [سورة النحل: ٥٣] (وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً) [سورة الأنعام : ٦١] (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾[سورة التوبة: ١٢٣] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾[سورة البقرة: ١٩٣] ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ﴾ [سورة الروم: ٤، ٥] ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ [سورة إبراهيم: ٢٧] ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ [سورة الحديد: ١٣] ﴿وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ﴾ [سورة البروج: ٢٠، ٢١] ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا﴾[سورة النساء: ٤٥] ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ [سورة البقرة: ١٥٠] ﴿قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾[سورة النازعات: ٨، ٩] ﴿تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ﴾[سورة الرعد: ٣١] ﴿وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾[سورة ص: ١٥] ﴿كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ﴾[سورة المنافقون: ٤] ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ [سورة فصلت: ١٥] ﴿فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ﴾ [سورة غافر: ٤٤] ﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾[سورة آل عمران: ١٢٠] ﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا﴾[سورة الإسراء: ٦] ﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ﴾ [سورة الأنفال: ٢٦] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ [سورة

المائدة: ١١] ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ [سورة فاطر: ٣] ﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ [سورة الأعراف: ١٢٩] ﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [سورة النساء: ٨٤] ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ [سورة آل عمران: ٥٤] ﴿وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ﴾ [سورة فاطر: ١٠] ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [سورة الحج: ٤٦] ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [سورة القمر: ٤٥] ﴿فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ﴾ [سورة القمر:٤٢] ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ﴾ [سورة المائدة: ٦] ﴿ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ [سورة البقرة: ١٧٨] ﴿الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا﴾ [سورة الأنفال: ٦٦] ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [سورة البقرة: ١٨٥] ﴿قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ﴾ [سورة البقرة: ١٢٠]

﴿يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ﴾ [سورة الحديد: ٢٨]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٧)

﴿وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾ [سورة الروم: ٢٩] ﴿وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة المائدة: ٢٩] ﴿عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ﴾ [سورة الفتح: ٦] ﴿دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ [سورة محمد: ١٠] ﴿أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ [سورة

المجادلة: ٢٠] (فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ) [سورة الذاريات: ٤٥] (إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ) [سورة يونس: ٨١] (وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ) [سورة يوسف: ٥٢] (فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ) [سورة الصف: ١٤] (إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا) [سورة الحج: ٣٨] (يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ) [سورة الحديد: ١٢] (اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ) [سورة الشورى: ٦] (طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ) [سورة الرعد: ٢٩] (وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ) [سورة النمل: ٨٩] (أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ) [سورة الأنعام: ٨٢] (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) [سورة الأنعام: ٩٠] (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ) [سورة السجدة: ١٧] (إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ) [سورة ص: ٤٦، ٤٧] (وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا) [سورة مريم: ٥٠] (وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ) [سورة الدخان: ٣٢] (وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) [سورة الأنعام: ٨٧] (وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ) [سورة المؤمنون: ٥٠] (وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ) [سورة الصافات: ١٧٣] (فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ) [سورة آل عمران: ١٧٤] (إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا) [سورة الواقعة: ٢٦] (وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا) [سورة الانشقاق: ٩]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم

على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٨)

﴿وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ﴾ [سورة ص: ١٥] ﴿وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ [سورة سبأ: ١٩] ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ [سورة فصلت: ٥٣] ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [سورة الزخرف: ٤٣] ﴿فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة يونس: ٩٤] ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾ [سورة الواقعة: ٧٥، ٧٦] ﴿وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [سورة النمل: ٧٧] ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ [سورة آل عمران: ٧] ﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ [سورة الجاثية: ٦] ﴿لَّٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء: ١٦٦] ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [سورة النساء: ٨١] ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا﴾ [سورة النساء: ٤٥] ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا﴾ [سورة النساء: ٨٥] ﴿قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا﴾ [سورة الكهف: ١٠٩]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (٩)

﴿فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا﴾ [سورة الجن: ٢٤] ﴿فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا﴾ [سورة مريم: ٧٥] ﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا﴾ [سورة الكهف: ٥٩] ﴿وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا﴾ [سورة الكهف: ٢٠] ﴿وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [سورة طه: ٦٩] ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ﴾ [سورة الحشر: ١٤] ﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [سورة الأعراف: ١٣٩] ﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ [سورة الفرقان: ٤٤] ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [سورة الأعراف: ١٧٩] ﴿كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورة الروم: ٥٩]

أعداؤنا لن يصلوا إلينا بالنفس ولا بالواسطة، لا قدرة لهم على إيصال السوء إلينا بحال من الأحوال (١٠)

﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ﴾ [سورة النمل: ٨٥] ﴿وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا﴾ [سورة النساء: ٨٨] ﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ [سورة الأنفال: ٦٢] ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [سورة الأنبياء: ٦٩]، ﴿وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ [سورة الأنبياء: ٧٠] ثلاث مرات

﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [سورة هود: ٥٦] ﴿وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾ [سورة البروج: ٢٠-٢٢]

وصلى الله على سيدنا محمد النبيّ الأميّ وعلى آله وصحبه أجمعين، وسلم تسليما كثيرا إلى يوم الدين ، والحمد لله رب العالمين

هذا آخر ما يسر الله جمعه بهٰذا الكتاب المستطاب، والله ولى العين والهداية والتوفيق، و هوا الهادى إلى سواء الطريق، و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم. و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

عرض مصحح: نشکر من جعلنا شعوبا و قبائل و نصلی علی نبیہٖ و آلہ و صحبہٖ اولی الفواضل والفضائل و من تبعھم فی نھجھم القویم و سننھم المستقیم و بعد!

کتاب مستطاب خلاصۃ الاکسیر فی نسب سیدنا الاستاذ احمد الغوث الرفاعی الکبیر تصنیف لطیف سیدی علی ابوالحسن واسطی شافعی کی طباعت مطبعۂ خیریہ مصر میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ حضرت سید عمر حسین خشاب اور سید محمد عبدالواحد طوبی نے سید عبدالحی فائق آفندی حسینی کے ذمہ کرم کے سبب میرے ساتھ لگے رہے۔ سید عبدالحی بنی ہاشم کی ایک بزرگ شخصیت، شجرۂ ہاشمیہ کی شاخ اور جماعت محمدیہ کا نمونہ ہے۔

ماہ صفر ۱۳۰۶ھ میں اس کی طباعت مکمل ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ وسلم علی سید الانبیا والمرسلین و علیٰ آلہ الہادین و اصحابہ الذین اسسوا دعائم الدین ما تعاقب الملوان و طلع النیران۔ آمین۔

المتوکل علی الرحمٰن الفقیر الی اللہ تعالیٰ احمد مروان۔

عرض مترجم

بحمدہٖ تعالیٰ آج مورخہ ۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ شب یک شنبہ، 12:30, a.m. کو کتاب خلاصۃ الاکسیر کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی، مولیٰ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبول بخشے، اور اسے میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ اور احبا کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، وصلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

العبد الفقیر محمد صادق مصباحی

مقام و پوسٹ: پرسونی بازار، ضلع مہراج گنج، اتر پردیش، انڈیا

۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ ۱۰/ مئی ۲۰۲۰ء